تبلیغی جماعت کے بدعت ہونے کا فتویٰ

سوال :۔ یہ تبلیغی تحریک عالمگیر ہو رہی ہے، علماء کی کثیر تعداد اس کی مؤید اور اس میں شریک ہے

جواب :۔ تمام دنیا میں پھیل جانا کوئی دلیل مقبولیت عند اللہ اور صحت کی نہیں ہے۔ شریعت کے مطابق ہونا چاہیئے۔ خواہ وہ بہت قلیل ہی لوگوں اور جگہ میں مقبول و محدود ہو، علی الخصوص جب تبلیغ مروجہ مجموعہ بہ ہیئت کذائیہ کا بدعت ہونا محقق ہوگیا تو علماء کا مؤید ہونا اور شریک ہونا کچھ نافع نہیں علماء کی تائید سے اگرچہ کثیر ہوں اور مشہور ہوں کوئی ناجائز امر جائز نہ ہو جائیگا، یہ تو اہل بدعت و اہواء کا طریقہ ہے کہ اپنی بدعت کی تائید میں کوئی دلیل شرعی نہیں پاتے تو عوام الناس کی تسلی کے لئے عام مقبولیت اور مشہور و معروف صالح شخصیتوں کی تائید کا ذکر کرتے ہیں، (الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ، ص ۳۲،۳۳)

دلائل کیلئے اس کتاب کو مزید دیکھیں۔

ناشر:۔ عالمی مرکز تحریک بشارت الابرار، کرسی، بارہ بنکی، یوپی۔

رابطہ نمبر ۹۸۳۸۱۵۳۴۳۸

تبلیغی جماعت کے بدعت ہونے کا فتویٰ

سوال :- یہ تبلیغی تحریک عالمگیر ہو رہی ہے، علماء کی کثیر تعداد اس کی مؤید اور اس میں شریک ہے

جواب :- تمام دنیا میں پھیل جانا کوئی دلیل مقبولیت عند اللہ اور صحت کی نہیں ہے۔ شریعت کے مطابق ہونا چاہیئے۔ خواہ وہ بہت قلیل ہی لوگوں اور جگہ میں مقبول و محدود ہو، علی الخصوص جب تبلیغ مروجہ مجموعہ بہ ہیئت کذائیہ کا بدعت ہونا محقق ہوگیا تو علماء کا مؤید ہونا اور شریک ہونا کچھ نافع نہیں علماء کی تائید سے اگرچہ کثیر ہوں اور مشہور ہوں کوئی ناجائز امر جائز نہ ہو جائیگا، یہ تو اہل بدعت و اہواء کا طریقہ ہے کہ اپنی بدعت کی تائید میں کوئی دلیل شرعی نہیں پاتے تو عوام الناس کی تسلی کے لئے عام مقبولیت اور مشہور و معروف صلح شخصیتوں کی تائید کا ذکر کرتے ہیں، (الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ) ص ۲۲-۲۳

دلائل کیلئے اس کتاب کو مزید دیکھیں۔

ناشر:- عالمی مرکز تحریک بشارت الابرار، کرسی، بارہ بنکی، یوپی۔

رابطہ نمبر ۹۸۳۸۱۵۳۴۳۸

القول البلیغ فی الدعوۃ والتبلیغ

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امابعد! جاننا چاہئے کہ دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اہل وہی لوگ ہیں جو دین کو بخوبی سمجھے ہوئے ہیں اور جو دین کی حقیقت ہی نہیں جانتے وہ اس کے اہل نہیں ہیں، اگر وہ ایسا کریں گے تو خود بھی برباد ہوں گے اور دوسروں کو بھی تباہ کریں گے جیسا کہ ہمارے زمانے میں ہر شخص نے دعوت وتبلیغ کو پیشہ بنا رکھا ہے اور ہر شخص واعظ و مصلح (اور داعی و مبلغ) بن رہا ہے کیونکہ ان لوگوں سے دین کو بجائے فائدے کے ضرر (اور نقصان) ہی پہنچتا ہے۔ پس جس شخص کو (دعوت اور) تبلیغ (کرنے) کا شوق ہو اس کا فرض ہے کہ (پہلے) وہ خود علم (دین) حاصل کرے تاکہ وہ اسکو دوسروں تک بلاتغیر وتبدل صحیح طور پر پہنچا سکے، اگر یہ نہ ہو تو کم از کم اتنا تو ہونا ہی چاہئے کہ وہ کسی دیندار عالم کے ماتحت اور اسکی ہدایتوں کا پابند رہ کر (دعوت وتبلیغ کے) اس کام کو کرے۔ جہل وخود رائی اور غلط جذبات کے ماتحت ہو کر اس (دعوت وتبلیغ کے) کام کو کرنا دین کیلئے بھی خطرناک ہے اور مسلمانوں کیلئے بھی اور خود اسکے لئے بھی۔ (تفسیر وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ حل القرآن، سورۃ آل عمران، صفحہ ۵۳/۷ از حضرت مولانا حبیب احمد صدیقی کیرانوی محقق معتمد حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی) ۱۳۴۲ھ

یہ امر بالکل دن کی طرح روشن ہے کہ ہماری کوئی حالت ہو اس کے لئے شریعت نے مناسب اور ضروری تعلیم سے ہم کو آگاہ اور متنبہ فرمایا ہے اور ہمارا کوئی کام و عمل جب تک کہ منطبق شریعت مقدسہ پر نہ ہو درجۂ اجابت (مقبولیت) اور قابل درگاہِ خداوندی کے نہیں ہوسکتا۔ موجودہ زمانہ میں چونکہ عام طور پر یہ دیکھا جارہا ہے کہ بعض مسلمان تو تبلیغ کے احکام ہی کو سرے سے ضروری خیال نہیں کرتے اور مبلغین کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں۔ ادھر دوسری طرف اتنی تعدی (زیادتی) ہوتی ہے کہ تبلیغ کیلئے اُصول ہونا اور اس کا کافی علم ہونا ضروری نہیں خیال کرتے جسکی وجہ سے یا خود کبھی احکام کی غلط تبلیغ کرتے ہیں اور کبھی نفس احکام تو صحیح ہوتے ہیں مگر اس کے ذرائع غیر منصوصہ اور غیر مرضیہ عند اللہ و عند الرسول ہوتے ہیں جن کا غیر مقبول ہونا ظاہر ہے مگر باجود اسکے اس پر بھی بس نہیں ہوتی بلکہ جو لوگ اس طریق کو نہیں اختیار کرتے انکو موردِ ملامت بنایا جاتا ہے۔

(رسالہ القول البلیغ فی احکام التبلیغ، ماہنامہ الامداد بابت شعبان ۱۳۴۰ھ تھانہ بھون،
از حضرت مولانا مفتی اشفاق الرحمن صدیقی کاندھلویؒ، مفتی سابق مظاہر علوم، سہارنپور)

مروجہ دعوت و تبلیغ کا یہ کام پہلے تو صرف مردوں کی حد تک ہی محدود تھا لیکن ایک عرصہ سے عورتوں کی جماعتیں بھی دعوت و تبلیغ کیلئے نکلنے کا ایک غلط اور ناجائز طریقہ شروع کر دیا گیا ہے اور اب اِدھر بیس پچیس سال سے یہ سلسلہ کچھ اور بڑھتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانۂ خیر میں جب کہ دعوت و تبلیغ کی ضرورت اس سے زیادہ تھی اسوقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی جماعتیں تبلیغ کیلئے کہیں نہیں بھیجیں۔ اس لئے اس زمانہ میں جو لوگ یہ طریقہ کار اپنا رہے ہیں وہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی و نیابت کو یقینی طور پر نظر انداز کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عورتوں کو نماز فرض تک کیلئے مسجد جانے کو پسند نہیں فرمایا کہ یہ مروجہ تبلیغ فرض نماز سے بھی زیادہ بڑھا ہوا کام ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ میں تبلیغ کیلئے عورتیں سفر نہ کرتی تھیں اور نہ آپؐ نے اور نہ صحابہؓ نے تبلیغ کیلئے عورتوں کو سفر کرنے کا حکم فرمایا، نہ خود تبلیغ کیلئے سفر میں روانہ کیا۔ اس عمل سے ثابت ہے کہ عورتوں کے ذمہ تبلیغ کیلئے سفر کرنا جائز نہیں۔ خیر القرون کے زمانہ میں اگر کسی عورت کو کسی مسئلہ کی ضرورت ہوتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا ازواج مطہرات یا صحابہؓ کی بیویوں سے آکر دریافت کر لیتی تھیں۔ تبلیغ مردوں کے ذمہ اس زمانہ میں مقرر تھی اور عورتیں پردہ کے ذریعہ سے احکام کو معلوم کر کے دین کی باتیں سیکھتی تھیں۔ مردوں کا کام یہ تھا کہ وہ اپنی عورتوں کو دین سے واقف کرائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ تبلیغ کیلئے سفر کرتے تھے، جہاد میں جاتے تھے لیکن عورتوں کو اپنے ساتھ نہ لیجاتے تھے۔ جب اس خیر کے زمانہ میں یہ صورت حال تھی تو اس شر اور فتنہ کے زمانہ میں عورتوں کو تبلیغ کیلئے سفر کرنا اگرچہ محرم کیساتھ ہی کیوں نہ ہو کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔

یہ خیال کہ عورتوں کو کس طرح تبلیغ ہوگی اس بنا پر صحیح نہیں کہ ان کے مرد انکو تبلیغ کریں اور دین کے احکام ان کو سکھائیں اور خود مرد دین کی باتیں دوسرے واقف کاروں سے سیکھیں یا سیکھنے اور سکھلانے کیلئے سفر کریں ورنہ عام طور پر عورتوں کا تبلیغ کیلئے سفر کرنا فتنہ کے دروازوں کا کھول دینا ہے جو آج دنیا پر نظر ڈالنے سے مشاہد بھی ہے۔

اپنے اہل وعیال کے نفقہ کا انتظام کرنا مردوں پر ضروری اور واجب ہے، اس کے انتظام سے وقت اگر فارغ ہو تو تبلیغ کیلئے سفر کرنا جائز ہوگا، اہل و عیال کو بھوکا چھوڑ کر تبلیغ کیلئے سفر کرنا جائز نہیں۔

شریعت نے تمام مردوں پر بھی تبلیغ کرنے کو فرض اور ضروری قرار نہیں دیا ہے بلکہ انہی پر تبلیغ کرنا ہے جو تبلیغ کے اہل ہیں اور جو تبلیغ کے اہل نہیں ہیں، ان پر تبلیغ کرنا فرض نہیں بلکہ بسا اوقات نا اہلوں کی تبلیغ سے فتنوں کے دروازے اور زیادہ کھل جاتے ہیں جس کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ اسی قرآن میں نازل ہوا فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۝ حدیث میں بیشک یہ وارد ہے بلغوا عنی ولو آیۃ وفی روایۃ ولو کلمۃ وفی روایۃ ولو حرفا الحدیث لیکن یہ حکم عام طور پر مردوں کیلئے ہے نہ کہ عورتوں کیلئے اور جو عورتیں پردہ نشین ہیں ان سے دوسری عورتیں یا دوسرے مرد آ کر دریافت کر جائیں تو حدیث کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔

یہ اس بنا پر کہ عورتوں کو گھر میں رہنے اور پردے کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا حکم ہے اور بلا ضرورت و مجبوری گھر سے باہر نکلنے اور سفر کرنے سے بتاکید منع فرمایا ہے۔

معلوم ہوا کہ تمام مردوں اور عورتوں پر تبلیغ کرنا ضروری نہیں بلکہ جماعت میں سے بعض لوگوں پر فریضۂ تبلیغ عائد ہوتا ہے اور وہ وہی لوگ ہیں جو تبلیغ کے اہل ہوں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر واقف کار پر فرض اور ضروری ہے۔ ہاں اگر تمام مسلمان تبلیغ دین چھوڑ دیں تو سب گنہگار ہوں گے۔

عورتوں کا تبلیغ کیلئے گھروں سے نکلنا زمانہ خیر الامم میں نہ تھا۔

اس فتنہ کے زمانہ میں عورتوں کا سفر کرنا بہت سے خطرات کا سبب ہے، اس لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے عمومی طور پر ہر جگہ ان کی تعلیم و تبلیغ پردہ کی رعایت کے ساتھ ہونی چاہئے، سفر اور گشت تبلیغ کا ان کیلئے ہرگز مناسب نہیں ہے۔

تبلیغ کی اہمیت اور موجودہ دور میں اسکی ضرورت سے انکار نہیں مگر جو حدود اس کیلئے شرعاً مقرر کر دئے گئے ہیں، ان سے تجاوز کرنا بھی درست نہیں۔ تمام احکام شرعیہ میں افراط و تفریط کی سخت ممانعت آیات و روایات میں وارد ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ و تابعینؒ کے زمانہ میں عورتوں کا تبلیغ کیلئے سفر کرنا ثابت نہیں اور نہ آپؐ نے سفر کا حکم فرمایا۔ عورتوں کیلئے تو قرار فی البیوت ایک ایسا اہم فریضہ ہے کہ اس کا ثواب جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے۔

عورتوں کی تعلیم کا خیال مردوں کو رکھنا چاہئے لیکن اگر مرد اس کو پورا نہ کر سکیں تو پھر احتیاط کے ساتھ مسئلہ وغیرہ پوچھنے کیلئے نکل سکتی ہیں۔ اس فتنہ کے زمانہ میں جبکہ مردوں کیلئے بھی سفر میں مشکلات ہیں تو عورتوں کے سفر کرنے میں کس قدر فتنے ہوں گے۔

ابتدائے اسلام میں عورتیں خاص شروط کیساتھ شرعی ضرورتوں میں باہر نکلتی تھیں مگر خیر القرون میں ہی اسکی ضرورت محسوس ہوئی کہ عورتوں کو مساجد میں آنے سے بھی روک دیا جائے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اُنہیں اس سے منع فرما دیا تھا۔ عورتوں کا تبلیغ کیلئے سفر اور گشت کرنا شرعاً ثابت و منقول نہیں ہے۔

(تلخیص رسالہ "عورتوں کی تبلیغی جماعت کا شرعی حکم" مؤلفہ حضرات اکابر مفتیانِ ہند")

باسمہ تعالیٰ

رفیع المرتبت حضرات مفتیان کرام مدظلہم دار الافتاء مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

گذارش یہ ہے کہ "مستورات کی جماعت کا شرعی حکم" نامی کتابچہ میں حضرات اکابر مفتیانِ کرامؒ کے حوالہ سے جو فتاوے شائع کئے گئے ہیں اُس کے بالکل برخلاف مولانا رفعت قاسمی صاحب نے اپنی کتاب "مسائلِ سفر" صفحہ ۹۸ میں فتاویٰ محمودیہ صفحہ ۱۴۵ و صفحہ ۱۰۸ "عورتوں کیلئے تبلیغی سفر کرنے" کے عنوان و حوالہ سے مفتی اعظم مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کا مذکورہ فتاوے سے بالکل متعارض فتویٰ جسکی عکس کاپی استفتا ہذا کے ساتھ ملحق و ارسال ہے، جس میں حضرت مفتی اعظم گنگوہیؒ

نے صاف صاف فتویٰ صادر کیا ہے کہ "اگر لندن یا کسی بھی دور دراز مقام پر محرم کے ساتھ حدود شرع کی پابندی کا لحاظ رکھتے ہوئے عورتیں جائیں اور کسی کے حقوق تلف نہ ہوں تو شرعاً اسکی اجازت ہے بلکہ دینی اعتبار سے مفید اور اہم ہے۔" الخ

اب عرض یہ ہے کہ ہم لوگ دونوں فتاوے میں کس فتویٰ کو صحیح مانیں؟ اور کس پر عمل کریں؟ اپنے ہی اکابر کے دو الگ الگ فتاوے (ممانعت و اجازت) کی وجہ سے ہم مسلمانوں میں سخت اضطراب اور شدید اختلاف ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ آپ حضرات اطمینان بخش جواب کسی قسم کے لیت و لعل کے بغیر صاف صاف فتویٰ دیں گے تاکہ ہم لوگ عورتوں کیلئے تبلیغی سفر کے مجیز فریق کو مطمئن کر سکیں۔ فقط

والسلام مع الوف الاحترام، مستفتی محمد ابراہیم ہریانوی ۲۸ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

باسمہ تعالیٰ

فتویٰ نمبر: ۴۱۴ الجواب بعون الملہم للصدق والصواب!

صورت مسئولہ میں "عورتوں کی تبلیغی جماعت کا شرعی حکم" (رسالہ کا صحیح نام یہ ہے) اس کے لکھنے والے مفتیان کرام میں مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ صاحب کفایت المفتی، فقیہ زمن حضرت مفتی سید مہدی حسن شاہجہاں پوریؒ سابق مفتی اعظم دار العلوم دیوبند اور حضرت الاستاذ مولانا مفتی مظفر حسین المظاہریؒ کے فتوے کے مصدقین حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ. استاذ الاساتذہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحبؒ سابق صدر مفتی و

ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور جیسے اہل علم وفضل اکابر ہیں جن کو حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی" بھی علم وتحقیق میں، اتقان وتفقہ میں اور تصلب وتدین میں اپنے سے فائق وممتاز اور اعلم وافقہ سمجھتے تھے۔ ایسی صورت میں اعلم وافقہ مفتیان کرام کا فتوائے ممانعت صحیح وراجح اور لائق عمل ٹھہریگا۔ مزید برآں حضرات اکابر مفتیان ہند" کے جو فتاوے رسالہ مذکورہ میں نقل کئے گئے ہیں وہ مدلل بعبارات فقہیہ و نصوص شرعیہ بھی ہیں اور حضرت مفتی اعظم گنگوہی" کا جواب ایسا نہیں ہے اور دونوں کے درمیان جو فرق ہے وہ ظاہر ہے جسے اہل علم وفہم بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد القدوس خبیب رومی
مفتی مظاہر علوم (وقف) سہارنپور
۵ رشعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

مظفر الاسلام تھانوی عبد الحسیب اعظمی
محمد علی حسن نہٹوری محمود عالم ٹانڈوی
دار الافتاء مظاہر علوم (وقف) سہارنپور



شائع کردہ: دار الافتاء، ۶۵۴ محلہ مفتی، سہارنپور

09897652415

مروّجہ تبلیغی جماعت

کی

شرعی حیثیت اور اسکا حکم

از

عارف باللہ حضرت مولانا علامہ محمد فاروق صاحب الہ آبادیؒ

خلیفہ اجل

مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادیؒ

شائع کردہ

عالمی تحریک بشارت الابرار، یمن، کرسی، ضلع بارہ بنکی (یوپی)

رابطہ نمبر۔ ۰۹۴۵۱۴۶۸۶۳۳۔ ۹۸۳۸۱۵۳۴۳۸

۹۰۰۵۳۹۳۹۳۹

مروجہ تبلیغی جماعت کی شرعی حیثیت اور اس کا حکم

فہرست عناوین



پیش لفظ طبع دوم

الحمدللہ وحدہ و الصلوٰۃ و السلام علی من لانبی بعدہ ،

امابعد!

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ تبلیغ شرعاً مطلوب ہے، خواہ اسلام کی تبلیغ ہو، یا احکام اسلام کی! اور اس میں بھی کوئی شبہہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ کرنے کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں فرمایا ہے کہ جب تک اس طریقہ سے تبلیغ نہ کی جائے وہ متحقق ہی نہ ہوگی، یا مطلوب شرعی اس سے حاصل نہ ہوگا، ہر وہ جائز طریقہ، جس سے اسلام کی بات، احکام اسلام کی بات دوسروں تک پہنچائی جاسکے، اس سے تبلیغ مطلوب حاصل ہوگی۔ خواہ وہ وعظ و تقریر سے ہو، تصنیف و تالیف سے ہو، سفر کی مشقتوں سے ہو، حضر کی اقامت سے ہو، انفرادی طور پر ہو، اجتماعی طور پر ہو، بس شرط یہ ہے کہ اس کیلئے کوئی ایسا طریقہ اور عمل نہ اختیار کیا جائے، جو شرعاً جائز نہ ہو، اس کی کوئی خاص صورت جب حضور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متعین نہیں کی ہے، تو بعد کے کسی امتی کو یہ حق ہرگز حاصل نہ ہوگا کہ وہ تبلیغ کو کسی خاص رسم و قید کیساتھ مقید کرے، اور اس کی کوئی متعین شکل

بنا کر تمام مسلمانوں کو اس میں شرکت کی دعوت دے، اور اس دعوت کو قبول نہ کرنے والوں کے حق میں کسی طرح کی بد ظنی قائم کرے اور خاص اسی شکل کو باعث نجات اور وجہ سعادت قرار دے، یہ بات ہر اس شخص کو جو دین کا ضروری علم رکھتا ہے، بداہۃً معلوم ہے۔

اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ موجودہ تبلیغی جماعت نے تبلیغ کو ایک خاص شکل اور ایک خاص ہیئت دے دی ہے کہ عام طور سے جب تبلیغ کا لفظ بولا جاتا ہے، تو لوگوں کے ذہن میں وہی خاص شکل وصورت آتی ہے، اور اس جماعت نے اس خاص طریقۂ تبلیغ کی تبلیغ اتنے بڑے پیمانے پر کی ہے کہ اس کی بنیاد پر ایک علیحدہ جماعت وجود میں آگئی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ خاص شکل اور خاص طریقہ زمانۂ سلف سے منقول نہیں، پہلے کہاں کوئی ایسی جماعت تھی جس کی بنیاد چھ باتوں پر ہو، چلہ، گشت، تشکیل، مخصوص طرح کی تعلیم، متعین و محدود وقت کیلئے سفر میں نکلنا، مساجد میں قیام کرنا وغیرہ اس کے اجزائے لازمی اور اصول ہوں، کہ ان کے خلاف کی اجازت نہ ہو، اور اسے خلاف اصول قرار دیا جاتا ہو، ہر شخص جانتا ہے کہ تبلیغ کی یہ خاص شکل و صورت پچھلی صدی، یعنی چودہویں صدی ہجری میں وجود میں آئی ہے، اس کی نسبت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر پہونچ کر ختم ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ تو بہت دور ہیں، چودہویں صدی کے آغاز میں بھی اس کا پتہ نہ تھا، لیکن اب اسی کو تبلیغ کا اصل اصول قرار دیا جاتا ہے۔ بلکہ اس کے ہر ہر جز کو بطور عبادات مقصودہ برتا جاتا ہے، ان کے فضائل بیان ہوتے ہیں، اس

میں شرکت پر اتنا اصرار کیا جاتا ہے، کہ اس کے واجب ہونے کا خیال ہونے لگتا ہے، بلکہ اب تو نوبت یہاں تک پہونچ چکی ہے کہ اگر کسی عام آدمی نے نہیں، کسی عالم دین نے اس میں شرکت سے پہلو تہی کی یا جماعت کے کسی غلو پر تنبیہ کر دی، تو اس کا دین، اس کی دیانت، اس کی ولایت بلکہ شاید اس کا ایمان بھی مشکوک ہو جاتا ہے۔

حالانکہ یہ دین میں ایک نئی بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جس صورت میں دین کو مکمل فرمایا ہے، اس میں اس کا کہیں پتہ نہیں ہے، یہ ایک زائد بات ہے، اس کے کچھ فوائد و نتائج دیکھ کر خواہ کتنا ہی حسن ظن رکھا جائے، مگر جب دلائل شرعیہ کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے، تو یہ ایک نئی بات محسوس ہوتی ہے، کبھی لوگوں کا دعویٰ تھا کہ محفل میلاد میں آخر رسول اللہ ﷺ ہی کا تو ذکر ہوتا ہے، اس ذکر کی تعظیم میں قیام ہوتا ہے، اس سے رسول اللہ ﷺ کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے، اس میں کون سی بات خلاف شرع ہے، لیکن علماء نے اس کی مخصوص شکل اور مخصوص قیدوں کی وجہ سے اسے بدعت قرار دیا، کہ ذکر رسول ﷺ کی جب کوئی خاص شکل و صورت شریعت نے نہیں متعین کی ہے، تو کسی کو کیا حق ہے کہ اسے ایک مخصوص شکل میں لا کر اسے ہی مطلوب قرار دے، تو اگر میلاد اس لئے بدعت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نہ تھا، بعد میں لوگوں نے یہ طریقہ ایجاد کیا، تو کیا وجہ ہے کہ مروجہ تبلیغ کو جو کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نہ تھی، چودہویں صدی تک نہ تھی، لیکن اب اسے مطلوب شرعی بنا دیا گیا ہے، آخر اسے بدعت کیوں نہ کہا جائے؟

اب یہ تبلیغی جماعت عالمگیر پیمانے پر چل رہی ہے، عوام کا اس تحریک پر غلبہ ہے، نیز اس میں بڑی سخت جارحیت پائی جاتی ہے، اگر کسی نے ذرا بھی اسے ٹوکا، تو وہ عوام کا مطعون ہو جاتا ہے، اس کی ہیبت سے جانتے بوجھتے بھی لوگ خاموش ہیں کہ کیوں بدنامی مول لی جائے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس جماعت کو اپنے معیار حق ہونے کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔ اب علماء و مشائخ کا قد بھی اس کے فیتے سے ناپا جاتا ہے، ان کی دین و دیانت کو بھی اسی کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے، یہاں بھی اسی طرح کا غلو دیکھا جانے لگا ہے، جس طرح کا غلو بریلیوں میں پایا جاتا ہے۔ کہ میلاد و قیام اور عرس و فاتحہ کو انھوں نے حق وباطل کا معیار قرار دے لیا ہے، اسی طرح تبلیغ کے بارے میں بھی بکثرت لوگوں کا یہ احساس ہے کہ یہ بھی حق وباطل کا معیار ہے۔

تعجب ہے کہ بریلوی دین میں ایک نئی بات کے مرتکب ہوں تو وہ بدعت ہے، اور مرتکب ہونے والا بدعتی ہے، اور کچھ دوسرے لوگ دوسری طرح کی نئی بات میں مبتلا ہوں تو وہ عین سنت بلکہ فرض وواجب ہو۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ نے میلاد و قیام اور عرس و فاتحہ وغیرہ خرافات کے رد میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری علیہ الرحمہ سے براہین قاطعہ نامی کتاب لکھوائی اور خود حضرت گنگوہیؒ نے اس موضوع پر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے نام نہایت محققانہ اور مفصل خطوط لکھے، اور

حضرت تھانوی جیسے زبردست عالم کی الجھنوں کو رفع کیا، یہ خطوط تذکرۃ الرشید میں موجود ہیں۔ یہ دونوں تحریریں بدعت کو سمجھنے اور اس کی حقیقت کی دریافت کیلئے نہایت قیمتی دستاویز ہیں جو شخص ان دونوں تحریروں کو پڑھے گا، اور ان میں بیان کردہ اصولوں پر غور کرے گا، اسے ذرا بھی تردد نہ ہوگا کہ ان کی روشنی مین میلاد و قیام کا جو حکم ہے، وہی تبلیغی طریقۂ کار اور اس کے اعمال واشغال کا بھی ہے۔ انصاف شرط ہے۔

حضرت مولانا محمد فاروق صاحب علیہ الرحمہ، جن کا ابھی حال میں صفر ۱۴۲۱ھ انتقال ہوا ہے، زبردست عالم اور محقق تھے، ان سے ایک بڑے مدرسے کے ایک ذہین طالب علم نے جو اب ماشاءاللہ عالم دین ہیں، تبلیغی جماعت کے متعلق ایک استفتاء کیا۔ حضرت مولانا نے اس مسئلہ پر بڑا بصیرت افروز اور مدلل جواب تحریر فرمایا، جس سے تفقہ فی الدین کی راہیں کھلتی ہیں، استفتا اور اس کا جواب اب سے بیس سال پہلے چھپا تھا، اس کا وہ ایڈیشن ختم ہو چکا ہے، مولانا کی حیات ہی میں اس کی دوبارہ اشاعت کا انتظام ہو رہا تھا، لیکن مولانا اپنی حیات مستعار کے لمحات پورے کر چکے تھے، وہ توسفر آخرت پر روانہ ہو گئے، اور ان کی یہ علمی یادگار اب شائع ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ اسے نافع بنائے، اور اس کے ذریعے سے شریعت کی حفاظت کی خدمت لے۔

ناشر

۲۳؍ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ



(خلاصۂ سوال) حضرت مولانا دامت برکاتہم وعمت فیوضہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خیریت طرفین بفضل خداوندی مطلوب ہے۔

چند دنوں سے ایک بات ذہن میں کھٹک رہی ہے، اس کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں، اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ امید کہ حضرت والا جواب شافی سے نوازیں گے۔

موجودہ تبلیغی جماعت جس کا مرکز نظام الدین دہلی ہے، جو کام کر رہی ہے، درست ہے یا نہیں، اس میں لگنا اور ان کا تعاون کرنا کیسا ہے، انؑ کے اصول ستہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، آیا اس کی مدد جائز ہے یا نہیں، اور اگر نہیں ہے تو علمائے حق کو اس کی مخالفت واجب ہے یا نہیں، علماء کی ایک کثیر تعداد کیوں اس میں شریک ہے، اس کے بارے میں اپنا خیال تحریر فرمائیں۔

حضرت والا سے گذارش ہے کہ جواب بہت ہی وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں، بات مبہم نہ رہ جائے کہ معاودت کی حاجت ہو، حضرت مخصوص دعاؤں میں فراموش نہ کریں گے، جواب کا شدت سے انتظار کروں گا۔ فقط والسلام

..............از جامعہ عربیہ ہتھوڑا، ضلع باندہ۔

جواب:

باسمہ سبحانہ:۔

عزیزم محترم مولوی.......صاحب سلّمکم الله و زادکم عمراً وعملاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

الحمد للہ بعافیت ہوں، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو ہر طرح امن و عافیت میں رکھیں۔ آمین

آپ کا والا نامہ شرف صدور لایا، آپ نے تبلیغ مروجہ کے بارے میں پوچھا ہے، اور وضاحت سے جواب لکھنے کی فرمائش کی ہے، بوجہ قلت فرصت، آپ کی فرمائش پوری نہ کر سکتا تھا، اور امتثال امر سے بھی چارہ نہ تھا، شش و پنج میں پڑا ہوا تھا، کہ اگر فرصت سے لکھتا ہوں، تو اس کے لئے سینکڑوں صفحات درکار ہیں اور اس کی فرصت نہیں تھی، ناچار اختصار وایجاز (ا) کے ساتھ ہی اشارہ کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے امتثال امر کی کوشش کرتا ہوں، والله الموفق والمعين و به نستعين ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم۔

طاعت کے مقبول ہونے کی شرط

کوئی طاعت کیسی ہی عظیم اور ضروری ہو، اسی وقت معتبر اور مقبول ہو سکتی ہے، جب کہ شرعی قوانین کے موافق و مطابق ہو، عمدہ سے عمدہ عمل، خلاف قانون شرع ہونے کی وجہ سے مردود و غیر معتبر ہو جاتا ہے۔

لہذا تبلیغ میں قانون شرع کا لحاظ ضروری ہے، تبلیغ کے آداب اور

(ا) اور اب بحمد اللہ ایک مبسوط اور مفصل اور واضح کتاب تیار ہو چکی ہے۔ طباعت کا انتظار ہے (ن)

حدود کا پاس ولحاظ کرنا ہر فرد جماعت کے لئے ضروری ہے، چنانچہ از روئے شرع، تبلیغ کسی صورت میں واجب، کسی صورت میں مستحب، اور بعض صورتوں میں بدعت اور ممنوع وناجائز ہو جاتی ہے، اس کا جاننا ہر مبلغ کے لئے لازم ہے، تاکہ وہ اعتدال سے نکل کر غلو فی الدین وتعدی حدود اللہ و تغییر شرع محمدی ﷺ کا مرتکب نہ ہو جائے، اور نیکی برباد، گناہ لازم کا مصداق نہ ہو جائے۔

شرعی دلائل سب سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ دلائل معتبرہ عند الشرع چار ہیں: (۱) کتاب (۲) سنت (۳) اجماع امت (۴) اور قیاس مجتہد

اس سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ کسی عمل کا مقبول عام ہونا، عالم گیر ہونا، شرکت علماء، مفید ہونا، با کرامت ہونا، الہام و کشف، رویا، غیر مسلموں کا مسلمان ہونا، بڑی بڑی مساجد کا بن جانا، بے نمازیوں کا نمازی بن جانا، وغیرہ وغیرہ عند الشرع معتبر دلائل نہیں ہیں، یہ امور کسی عمل کی صحت کے لئے ہر گز دلیل نہیں بن سکتے، البتہ دلیل شرعی سے ثابت شدہ عمل کی ترجیح اور اطمنان کا ذریعہ ضرور بن سکتے ہیں لہذا ان امور کو معتبر سمجھنا اور سمجھانا، معتبر دلائل کے بجائے ان خود ساختہ دلائل پر محمول کرنا غلط اور فتنہ عظیم ہے، بالخصوص عوام میں اچھا خاصا گمراہی کا دروازہ کھولنا ہے۔

احکام شرع کی قسمیں اور ان کے احکام امور شرعیہ کی دو نوعیں ہیں۔ (۱) امور مقیدہ (۲) امور مطلقہ امور مقیدہ میں قید مطلوب شرعی ہوتی ہے، کیونکہ وہ متعینہٗ شارع ہوتی ہے، لہذا قید مقید کی فصل ہوتی ہے، اور فصل جزو ذات ہوتی ہے، بدون

فصل کے ذات متصور نہیں، کالناطق للانسان، کہ بدون ناطق کے حقیقت و ذات انسان کا تصور نہیں ہو سکتا، بدون ناطق کے انسان موجود بوجود خارجی نہیں ہو سکتا، پس امر مقید میں قید ہی پر عمل کرنے سے ایتمار وامتثال متحقق ہوتا ہے، مثلاً صلوٰۃ ظھر، صلوٰہ ظہر جب ہے کہ اسی ہیئت اور انھیں قیود کیساتھ ادا کی جاوے، جو شارع نے متعین کی ہیں لان المقید یجری علی تقییدہ کہ مقید میں حکم قید ہی پر جاری ہوتا ہے۔

اور امور مطلقہ میں قید فی نفسہ مطلوب شرعی نہیں ہوتی، کیونکہ حکم مطلق ہوتا ہے۔ لہذا امر مطلق پر جب بھی کسی ہیئت اور وصف مباح کے ساتھ عمل کیا جائے گا، ایتمار و امتثال متحقق ہو جائے گا۔ "المطلق یجری علی اطلاقہ" مشہور قاعدہ کلیہ شرعیہ فقہیہ ہے کما لا یخفی علی من لہ ادنی مسکۃ من العلم۔

مطلق کی تعریف حضرات علماء نے مطلق کی تعریف فرمائی ہے کہ مطلق میں ذات سے سروکار ہوتا ہے، صفات سے نہیں المطلق المعترض للذات دون الصفات اور المراد بالمطلق(۱) الحصۃ الشائعۃ فی افراد الماھیۃ من غیر ملاحظۃ، خصوص کمال او نقصان او وصف (کما فی نور الانوار وغیرہ)

مطلق حقیقت من حیث ھی ھی پر دلالت کرتا ہے، اور ماہیت اپنی ذات میں نہ واحد ہوتی ہے نہ کثیر، پس جو لفظ ماہیت پر بغیر کسی قید کے تعرض کے دلالت کرے، وہ مطلق ہے۔ کما قال صاحب الکشف:۔

(۱) مطلق سے مراد افراد ماہیت میں حصہ شائعہ (ماہیت) ہے بغیر کمال یا نقصان یا وصف کی خصوصیت اور قید کے (ن)

المطلق کثیراً من یطلق فی الاصول علی ما یدل علی الحقیقة من حیث ھی ھی و الماھیة فی حد ذاتھا لا واحدة ولا متکثرة فاللفظ الدال علیھا من غیر تعرض بقید ما ھو المطلق"

یہ جوش محبت میں آپ کی خاطر سے لکھ دیا ہے، ورنہ صرف مشہور قانون فقہی وشرعی "المطلق یجری علی اطلاقه" کے ذکر پر اکتفا کرتا۔

مطلق کے وجود خارجی کی شرط

آگے ایک اور "قاعدہ عقلیہ" واجب التسلیم ہے کہ مطلق کا وجود خارجی بدون اپنے کسی فرد کے محال ہے، کما قال التفتازانی فی شرح العقائد: لا وجود للمطلق الا فی ضمن الجزئی، اس سے یہ امر عیاں ہے کہ امر مطلق میں جو اوصاف و عوارض پائے جائیں گے، وہ قیود نہ ہوں گے، بلکہ عوارض اور امور منضمہ ہوں گے۔

مطلق کی تقیید اپنی رائے سے جائز نہیں

اب سنئے، یہی امور منضمہ اگر اپنی رائے سے امر مشروع مطلق میں بطور تقیید و تخصیص شامل کئے جائیں گے تو وہ امر مشروع، امر مشروع نہ رہ جائے گا، بدعت وضلالت ہو جائے گا، اور حکم شرعی کی تغییر لازم آئے گی، جو کہ بدترین جرم ہے، یہی معنی ہیں مشہور قاعدہ فقہیہ کے لا یتقید المطلق بوصف او قید من قبل الرای (یعنی مطلق کو اپنی رائے سے کسی وصف یا قید سے مقید نہیں کیا جاتا)۔

تعلیم و تبلیغ بھی مطلق ہے

اب سمجھئے کہ تعلیم و تبلیغ ایک امر مطلق ہے، نفس وذات تبلیغ تو من جانب الشارع متعین اور مامور بہ ہے، لیکن اس کا کوئی خاص طریقہ اور صورت

متعین نہیں، کما قال الشاطبی فی الاعتصام ص ۱۸۷ ج ۱

الامر بتبلیغ الشریعة (۱) وذالك لاخلاف فیه لقوله تعالیٰ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وامته مثله و فی الحدیث لیبلغ الشاھد منکم الغائب ، والتبلیغ کما لا یتقید بکیفیة معلومة لانه من قبیل المعنی المعقول فیصح بای شئی امکن من الحفظ والتلقین والکتابة وغیرھا کذلك لا یتقید حفظه عن التحریف والزیغ بکیفیة دون أخریٰ۔

پس تبلیغ، ترغیب و ترہیب، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، وعدو وعید، تبشیر وانذار۔ لینت وغلظت، تحسین حسن، تقبیح قبح، نفرت و مودت، زبانی، تحریری، صلح و جنگ، تذکیرأو موعظةً، انفراداً أواجتماعاً، مباحثةً و مناظرةً ہدایت وارشاد، تعلیم وارشاد، تعلیم و تدریس، ایک جگہ مقیم رہ کر اور سفر اور خرچ کرکے نرمی وگرمی، مالی و جسمانی خدمت کرکے، غرض کہ ہر مباح صورت سے کی جاسکتی ہے، اور مکمل شریعت کی مکمل تبلیغ کسی خاص جزو کی نہیں، جب جہاں، جس چیز کی جو صورت مناسب اور جائز، مفید اور موثر ہو

(۱) یعنی تبلیغ شریعت کا حکم بغیر کسی اختلاف کے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے کہ اے رسول جو کچھ آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کیجئے، اور آپ کی امت بھی آپ کے مثل مامور ہے، اور حدیث میں ہے کہ چاہئے کہ تم میں سے جو حاضر ہیں، غائب کو تبلیغ کریں، اور تبلیغ جس طرح کیفیت متعینہ کے ساتھ مقید نہیں، اس لئے کہ معقول المعنی کی قبیل سے ہے۔ لہذا حفظ۔ تلقین، تحریر جس صورت سے ممکن ہو صحیح ہے، اسی طرح شریعت کی تحریف وزیغ وغیرہ سے حفاظت کیلئے بھی کوئی کیفیت اور صورت متعین اور مقرر نہیں ۱۲ر

گی اختیار کی جائے گی۔ اور یہ سب طریقے اور ذرائع مجموعی حیثیت سے جناب رسول اللہ ﷺ، صحابہؓ کرام، تابعین تبع تابعین اور محدثین ومجتہدین رضی اللہ عنھم اجمعین سے ثابت ہیں، سلف صالحین کا برابر اس پر عمل رہا ہے اور آج تک چلا آرہا ہے۔

تبلیغ کو کسی خاص صورت کے ساتھ مقید کرنا

تو جبکہ تبلیغ مطلق اور عام ہے تو حسب قواعد شرعیہ اس کو کسی خاص طریقہ اور کیفیت اور ہیئت سے مقید ومحدود اور متعین ومخصوص بہ تعینات وتخصیصات زائدہ اپنی رائے سے کرنا شریعت محمدی کا حلیہ بگاڑنا اور حدود اللہ سے تجاوز کرنا ہے، یہی تعدی حدود اللہ، تغییر شرع، احداث فی الدین اور بدعت وضلالت ہے۔

تبلیغ مروجہ کی خاص صورت

چنانچہ تبلیغ مروجہ، خروج، چلہ، گشت، تشکیل، امورستہ ضروریہ، امر ببعض المعروف، ترک اکثر المعروف، ترک نہی عن المنکر براسہ، دعا بالجہر والاجتماع، بیداریٔ شب جمعہ، اجتماعی تلاوت یٰسین شریف، تقدیم الجہال علی منصب العلماء، امارت نااہل وفساق، تنقیص وتحقیر علماء ومشائخ ومدارس وخوانق، مداہنت فی الدین، جمعہ فی القری، شرکت مجالس مولود وغیرہ سے مقید ومخصوص کردی گئی ہے، پھر اس پر اصرار وتاکد، التزام مالایلزم، تداعی واہتمام مزید برآں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ اپنی کتاب "تبلیغی جماعت کے اوپر عمومی اعتراضات کے جوابات" کے ص ۲۱۴، اول ایڈیشن پر بحوالہ جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی فرماتے ہیں:

"یہاں تبلیغ سے مراد ایک خاص نظام عمل ہے، یعنی ایک خاص قسم کے دعوتی اور دینی ماحول میں خاص اصولوں کے ساتھ کچھ خاص اعمال واشغال کی پابندی کرتے ہوئے، خاص پروگرام کے مطابق زندگی بسر کرنا"

چند سطروں کے بعد اس خاص عمل کے لئے تداعی واہتمام کی تصریح کرتے ہوئے فرمایا:

الغرض یہاں تبلیغ سے مراد یہی خاص عملی پروگرام ہے، اور اس کیلئے ہر مسلمان کو خواہ اس کے علم وعمل میں کتنی ہی کمی ہو، اس کی دعوت دی جاتی ہے، بلکہ جہاں تک بس چلتا ہے، کھینچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

نیز خود حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کتاب مذکور کے ص ۴۳ پر تصریح فرماتے ہیں:

تبلیغ میں صرف چھ نمبر متعینہ بتائے جاتے ہیں، انھیں کی مشق کرائی جاتی ہے، اور انھیں کو پیام کے طور پر لے جاکر شہر در شہر، ملک در ملک بھیجا جاتا ہے، ان کے اصولوں میں یہ بھی ہے کہ چھ نمبروں کے ساتھ ساتواں نمبر یہ ہے کہ ان چھ امور کے علاوہ کسی دوسری چیز میں مشغول نہ ہوں۔

نیز ص ۴۶ پر مزید یہ ہے کہ:

عالم کا وعظ کہنا حق ہے، مگر تبلیغی اسفار میں اور تبلیغی اجتماعات میں وہ اس کے پابند ہیں کہ چھ نمبروں کے علاوہ

اس اجتماع میں دوسری چیز نہ چھیڑیں۔

غرض کہ تبلیغ مروجہ کا بالکل مخصوص و محدود ہونا بالکل ظاہر ہے، اور یہ بھی بالکل ظاہر ہے کہ یہ خاص نظام عمل، خاص اعمال واشغال کی پابندی، خاص پروگرام کے مطابق زندگی بسر کرنا، مروج بہ ہیئت ترکیبی مجموعی کے ساتھ نہ تو نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں تھا، نہ حضرات صحابہؓ و تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں تھا، سلف صالحین کے یہاں اس کا پتہ و نشان بالکل نہیں، یہ چودہویں صدی کی ایجاد ہے۔

پس اس ہیئت مقیدہ کے التزام واصرار، پابندی و تاکد، عموماً علماً و خصوصاً عملاً، ایہام وجوب، مفضی الی فساد عقیدۃ العوام، و تداعی واہتمام کی بنا پر تبلیغ مروجہ کے بدعت ہونے اور انضمام مکروہات کی وجہ سے محرم و مکروہ ہونے، غرض مجموعہ بہ ہیئت کذائیہ کے ممنوع ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے۔

مطلق تبلیغ کے دلائل خاص تبلیغ کے لئے معتبر نہیں ہیں

یہ بات بطور خاص ملحوظ رکھنے کی ہے کہ مطلق تبلیغ کے ثبوت سے مقید تبلیغ کا ثبوت نہیں ہوتا، احکام عامہ مطلقہ سے امور خاصہ مقیدہ مخصوصہ کا اثبات ہرگز صحیح نہیں ہے، تاوقتے کہ ان امور مقیدہ مخصوصہ کی تخصیص و تقیید کے لئے کوئی خاص اور مستقل دلیل نہ ہو، شریعت مقدسہ کے کسی مطلق حکم کو اپنی رائے سے مقید اور خاص کرنے کا کسی کو حق نہیں، خواہ صحابی ہی کیوں نہ ہو۔

مطلق کو اپنی رائے سے مقید کرنا بدعت ہے

مطلق کو مقید، عام کو خاص اپنی رائے سے بدون دلیل شرعی کرنا احداث فی الدین،

بدعت و ضلالت اور منصب تشریع پر دست اندازی ہے، کما قال الشاطبی فی الاعتصام ص۲۲۹

فاذا ثبت(۱) مطلق الصلوٰۃ لا یلزمه اثبات الظهر والعصر والوتر او غیرها حتی ینص علیها علی الخصوص و کذلك اذا ثبت مطلق الصیام لا یلزمه اثبات صوم رمضان او عاشوراء او شعبان او غیر ذلك حتی یثبت بالتفصیل بدلیل صحیح۔

ص۳۴۵ پر فرماتے ہیں:

التقیید (۲)فی المطلقات التی لم یثبت بدلیل الشرع تقییدها رای فی التشریع،

اور ص۳۷۱ پر فرماتے ہیں:

الثانی(۳) ان یطلب ترکه ینهی عنه لکونه مخالفة لظاهر التشریع من جهة ضرب الحدود و تعیین الکیفیات والتزام الهیئات المعینة او اللازمة المعینة مع الدوام ونحو ذلك وهذا هو الابتداع والبدعة۔

---

(۱) جب مطلق صلوٰۃ ثابت ہو تو اس سے ظہر، عصر اور وتر وغیرہ کا ثبوت نہیں ہو سکتا جب کہ خاص طور پر اس کے لئے نص نہ وارد ہوں۔ ایسے ہی مطلق صیام کے ثبوت سے صوم رمضان، صوم عاشوراء یا صوم شعبان وغیرہ کا ثبوت نہیں ہو سکتا جب تک کہ صحیح دلیل سے تفصیل کے ساتھ ثابت نہ ہو(ن)

(۲) مطلق کی ایسی قید جو دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو شریعت میں رائے کو داخل کرنا ہے۔ ۱۲/

(۳) دوسری صورت یہ ہے کہ فعل و عمل کے ترک کا مطالبہ کیا جائے اور نہی کی جائے۔ ظاہر تشریع کی مخالفت کی وجہ سے۔

حافظ ابن دقیق العید احکام الاحکام ص۱۵۱ج ا پر فرماتے ہیں:

ان(۱) هذه الخصوصيات بالوقت او بالحال والهيئات والفعل المخصوص يحتاج الى دليل خاص يقتضى استحبابه بخصوصه وهذا اقرب لان الحكم باستحبابه على ذلك الهيئة الخاصة يحتاج دليلاً شرعيا عليه لا بد منه۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

العبادة(۲) من جهة الشرع مرتبة على وجه مخصوص فيريد بعض الناس ان يحدث فيه امرا لم يرد به الشرع زاعماً انه يدرجه تحت عموم فهذا لا يستقيم ان الغالب على العبادة التعبد وماخذها التوقيف

اگر عدم فرصت مانع نہ ہوتی تو بہت سی احادیث نبویہ اور آثار صحابہ اور روایات فقہیہ نقل کرتا، جن سے معلوم ہوتا کہ کتنی عبادات الٰہیہ

(۱) یعنی یہ خصوصیات وقت یا حال اور ہیئت کے ساتھ اور فعل مخصوص کی کسی خاص دلیل کی محتاج ہیں جو علی الخصوص ان کے استحباب پر دلالت کرے اور یہ اقرب الی صواب ہے، اس لئے کہ ہیئت خاصہ پر استحباب کا حکم دلیل شرعی کا محتاج ہے، اور یہ امر لازمی اور ضروری ہے۔ (ن)

(۲) عبادت شریعت سے کسی خاص طور پر مثلاً مطلقاً ثابت ہوتی ہے، تو بعض لوگ اس میں ایسی نئی بات ملا دیتے ہیں جو کہ شریعت سے ثابت نہیں ہوتی اور گمان یہ ہوتا ہے کہ یہ بھی عموم میں داخل اور مندرج ہے، توان کا یہ خیال درست نہیں، کیونکہ عبادت میں تعبدی طریقہ غالب ہے اور اس کا ماخذ توقیف ہے (یعنی شارع کے بتانے پر موقوف ہے اور اس کی واقفیت اور اطلاع کی کوئی صورت نہیں۔ ۱۲/ (ن)

وامور مندوبہ ومستحبہ کو اسی قسم کے تغیر وتبدل سے بدعت وضلالت قرار دیا گیا ہے، اور اگر ایسا نہ ہوتا تو یقیناً شرع محمدی بچوں کا کھیل بن کر رہ جاتی۔

شریعت کی حدیں ناقابل تغیر ہیں

بہت مناسب ہے کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ مصنف براہین قاطعہ کا ایک بصیرت افروز ارشاد اس سلسلے میں نقل کر دیا جائے۔

حضرت موصوف براہین قاطعہ ص ۱۱۲ پر فرماتے ہیں۔

"اصل یہ ہے کہ حکم آیات واحادیث مجمع علیہ تمام امت کا ہے کہ کسی حد کو حدود شرعیہ میں سے تغیر نہیں کرنا چاہئے، اور کسی حکم کو تبدل کمی زیادتی وغیرہ سے دینا نہیں چاہئے، مطلق کو مطلق مقید کو مقید، ضروری کو ضروری، مباح کو مباح اپنے مشروعہ پر رکھنا واجب ہے، ورنہ تعدی حدود اللہ اور احداث وبدعت میں گرفتار ہو جائے گا۔"

پس بناء علیہ یہ قائدۂ کلیہ مقرر ہو گیا کہ مباح اپنے اندازہ سے متجاوز نہ ہو علماً وعملاً اور مطلق اپنے اطلاق سے متغیر نہ ہو علماً وعملاً، اور مقید اپنے اندازہ سے نہ بدلے علماً وعملاً، اور اس پر آیات واحادیث دال ہیں۔

قاعدۂ مذکورہ کے دلائل

چونکہ یہ قاعدہ مسلمہ سب کا ہے، اس لئے دلائل لکھنے کی حاجت نہیں، مگر قدر حاجت لکھتا ہوں۔

جمعہ کی تخصیص

قال رسول الله ﷺ :لا تختصوا ليلة الجمعة بقيام بين الليالى ولا تختصوا يوم الجمعة بصيام من بين الايام الا ان يكون في صوم يصومه احدكم (الحديث)

"یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب جمعہ کو تمام راتوں میں شب بیداری کے لئے خاص مت کرو، اور جمعہ کے دن کو اور دنوں میں سے روزہ کے لئے خاص مت کرو، ہاں اگر کسی کے معمول کے روزہ میں جمعہ ہی آئے تو اور وہ بات ہے"

چونکہ شارع علیہ السلام نے جمعہ اور صلوٰۃ جمعہ کے بہت فضائل بیان فرمائے تھے، تو خدشہ تھا کہ کوئی اپنی رائے سے روزہ نماز کو کہ عمدہ عبادت ہیں، اس میں خاص نہ کر بیٹھے، اس لئے خود آپ نے نہی فرمادی کہ جس قدر امور جمعہ اور شب جمعہ میں ہم نے فرمادئے ہیں، وہی اس میں افضل اور سنت ہیں، اگر کوئی اس میں قیاس واضافہ کرے گا، تو وہ مقبول نہ ہوگا۔ پس حدیث میں یہ ارشاد ہوا کہ تم جمعہ اور شب جمعہ کو صوم و صلوٰۃ کے واسطے خاص مت کرو، کیونکہ صوم و صلوٰۃ نوافل مطلق اوقات میں یکساں ہیں خصوصیت کسی وقت کی بدون ہمارے حکم کے درست نہیں، پس مطلق کو مقید کرنے سے منع فرمادیا، جیسا کہ جن جن امور کے واسطے جمعہ کو مخصوص کیا ہے، مثلاً صلوٰۃ جمعہ مع لوازمہا، اس کے اطلاق کو منع فرمایا کہ صلوٰۃ جمعہ کسی اور دن میں نہیں ہو سکتی لہذا اصاف ہو گیا کہ یوم و شب جمعہ کو مقید کرنا، جس میں وہ مطلق ہیں اور مطلق بنانا جس میں وہ مقید نہیں۔ دونوں ممنوع ہیں، پس اس حدیث میں حکم ہو گیا کہ ہمارے ارشاد کے مطابق سب کام کرو، اپنی رائے سے تغیر و تبدل مت کرو، مگر ہاں

شارع جس کو مستثنٰی کردیویں کہ وہ دوسری حدیث سے ثابت ہو جائے تو وہ شارع ہی کا حکم ہے تبدل و تغیر نہیں ہے۔

اور قول حضور علیہ السلام "لا تختصوا" بھی مطلق وارد ہوا ہے، تخصیص خواہ اعتقاد و علم میں ہو، خواہ عمل میں، ناجائز ہو جاویگی، سو یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ تخصیص فعلی اگر منصوص مطلق میں واقع ہو جاویگی، وہ بدعت اور داخل نہی ہے۔

علی ہذا مطلق کرنا مقید کا عام ہے کہ علماً ہو یا عملاً، دونوں منہی عنہ ہیں، چونکہ یہ قاعدہ اس حدیث سے بوضاحت مستنبط تھا، تو امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

صلوۃالرغائب:

احتج به العلماء على كراهة هذه الصلوٰة البدعة التى تسمىٰ الرغائب قاتل الله و اضعها و مخترعها فانه بدعة منكرة من البدع التى هى الضلالة و الجهالة۔

یعنی حجت پکڑی ہے علماء نے اس حدیث سے اوپر اس صلوٰۃ مبتدعہ کی کراہت کے جس کا نام صلوٰۃالرغائب ہے، ہلاک کرے اللہ اس کے واضع اور اس کے مخترع کو اس لئے کہ یہ صلوٰۃ بدعت منکرہ ہے، ان بدعتوں میں سے جو کہ ضلالت وجہالت ہے

اب دیکھو کہ نماز جو کہ خیر موضوع اور عمدہ عبادت ہے، اور سب

اوقات میں افضل القربات ہے، بسبب تخصیص کے بدعت منکرہ بن گئی، اس کا اطلاق مشروع نہ رہا، قید وقت لگ کر مخصوص ہو گیا، تو اس کی وجہ سے سارا عمل مقید اور بدعت ہو گیا۔

ایک اشکال اور اس کا حل

اور امام محمد غزالی نے جو احیاء العلوم میں اس کی فضیلت لکھی ہے، حالانکہ یہ قاعدۂ کلیہ ان کا بھی مسلّم ہے، اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کو حدیث اس صلوٰۃ کے فضل میں ملی، انہوں نے اس کو صحیح جان کر عمل کیا اور سمجھا کہ شارع نے اس کا استثناء فرمایا ہے، لہذا وہ معذور ہیں، مگر نقاد حدیث نے اس کا موضوع ہونا محقق کر دیا، سو فی الحقیقت امام محمد غزالی نے اس کلیہ کے خلاف نہیں کیا، بلکہ تصحیح میں غلطی ہوئی، اور بشر خطا سے خالی نہیں، اور تنقید حدیث ہر ایک کا فن بھی نہیں، اس باب میں قول محدثین ہی معتبر ہوتا ہے، سو یہ خدشہ بھی رفع ہو گیا۔

صلوۃ الرغائب کے بدعت ہونے کی دلیل

پس بناءً علیہ شارح منیہؒ نے صلوٰۃ الرغائب کے بدعت ہونے کی چند دلیلیں لکھی ہیں ان کا یہاں نقل کرنا مناسب ہے

۱۔منہا : .فعلها بالجماعة وهی نافلة ولم يرد به الشرع یعنی صلوٰۃ الرغائب کے بدعت ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل اس کا جماعت سے ادا کرنا ہے، حالانکہ یہ نفل ہے، اور شرع اس کے ساتھ وارد نہیں ہوئی۔

جماعت کو شارع نے خاص فرائض کے ساتھ کیا ہے، سو نوافل

میں قید جماعت کی غیر مشروع ہوئی، مگر جس کی اجازت شرع سے ثابت ہو گئی ہو، جیسے تراویح، استسقاء، کسوف اور بلا تداعی نوافل مطلقہ میں تو جماعت جائز ہو گی، باقی اپنی حالت کراہت پر رہی، تو دیکھو کہ جماعت یہاں منقول نہیں، بلکہ فرائض کے ساتھ مخصوص تھی، سو نوافل میں جماعت کی تخصیص کرنا، شرع کو توڑنا ہوا، لہذا لم يرد به الشرع کہا، اور اس کا ہی نام بدعت ہے۔

(۲)منہا :.تخصيص سورة الاخلاص والقدر ولم يرد به الشرع، یعنی اس صلوٰۃ الرغائب کے بدعت ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل خاص کرنا ہے، سورہ اخلاص اور سورہ قدر کا، حالانکہ شرع اس کے ساتھ وارد نہیں ہوئی ہے، شارع علیہ السلام نے فرمایا تھا لا صلوٰة الا بفاتحة الكتاب و سورة معها، تو کسی سورت کو خاص نہیں کیا تھا مطلق سورہ کا حکم فرمایا تھا سو کسی صلوٰۃ میں کسی سورت کی تخصیص کرنا، اطلاق شارع کے خلاف ہے، مگر جہاں تخصیص وارد ہو گئی، جیسا سورۃ جمعہ اور سورۂ منافقون، صلوٰۃ جمعہ میں مثلاً، اس واسطے کہا کہ لم يرد به الشرع، یہی بدعت ہے۔

(۳) منہا:. تخصيص الجمعه دون غيرها وقد ورد النهى عنه، یعنی صلوٰۃ الرغائب کے بدعت ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل اس کے لئے جمعہ کا دن مخصوص کرنا ہے، حالانکہ اس سے نہی وارد ہو چکی ہے، اس کا حال بھی ظاہر ہے، تکرار میں تطویل ہے

(۴) منہا:. ان العامة يعتقد ونها سنة، یعنی اس صلوٰۃ الرغائب کے بدعت ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ عوام اس کے بارے

میں اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ سنت ہے، جس کی وجہ یہی ہوئی کہ جس امر مباح اور مندوب کے سبب عوام کے اعتقاد میں فساد ہو، اس کا ایسی طرح کرنا ممنوع ہے کہ اس کو تغیر حکم شرع کالازم ہو جاوے عند العوام، اور رفع فتنۂ عوام کا حتی الامکان واجب ہے۔

(۵) ومنها:. ان الصحابة والتابعين و من بعدهم لم ينقل عنهم
یعنی صلوۃ الرغائب کے بدعت ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں سے یہ منقول نہیں ہے۔

یہ خود روشن ہے کہ جس کی اصل قرون ثلثہ سے ثابت نہ ہو، وہ بدعت و مردود ہو ویگا، سو یہ تعینات و تخصصات و تقییدات، خلاف ان قرون کے، کرنا خود باطل ہوا۔

چند قواعد کلیہ شرعیہ

سو اب غور درکار ہے کہ اس صلوٰۃ کے امتناع پر شارح منیہؒ نے اس قاعدہ کلیہ پر کہ عدم تجاوز حدود شرع کا ہے، یہ چند استخراج کئے ہیں کہ یہ قواعد مثل انواع کے ہیں، ماتحت جنس کلی کے، اور ان سب سے صدہا جزئیات کا حکم حاصل ہوتا ہے۔

قاعدہ کلیہ (۱): ایک یہ کہ شارع نے جس کا اہتمام و تداعی کے ساتھ حکم صادر فرمادیا، وہ تو اسی طرح ہووے گا، اور جس کو مطلق فرمادیا، اس میں تداعی کا اضافہ نہ ہونا چاہئے، ورنہ تبدیل حکم شرعی و بدعت ہووے گا۔

قاعدہ کلیہ (۲): دوسرے یہ کہ جس شے کو کسی خصوصیت کے ساتھ فرما دیا وہاں تو وہ تخصیص مشروع ہے، ورنہ تخصیص بدعت ہووے گی۔

قاعدہ کلیہ (۳): تیسرے یہ کہ جہاں کسی زمانہ کو مقرر فرمادیا، وہاں تو قید زمانہ کی مشروع ہے، ورنہ بدعت ہے۔

قاعدہ کلیہ (۴): چوتھے یہ کہ اگر اس کے تداعی یا دوام سے عوام کو فساد عقیدہ حاصل ہو، تو اس کا ترک کرنا لازم ہوگا، اگر وہ دوام استحباب کے درجے میں ہو، نہ سنت مؤکدہ اور واجب کے۔

قاعدہ کلیہ (۵): پانچویں یہ کہ جس شے کی اصل قرون ثلاثہ میں نہ ملے، وہ بدعت ہے۔

اور ان سب جگہ علماً و عملاً یہ حکم ہے، اور شے اگرچہ فی نفسہ جائز ہو، مگر ان قیود و وجوہ سے بدعت ہو جاتی ہے۔

پس یہ پانچ قواعد کلیہ شرعیہ ہیں، کہ شارح منیہؒ نے استنباط فرمائے ہیں، اور سب فقہاء کے نزدیک مقرر ہیں، اور انھیں قواعد سے فاتحہ مرسومہ، سوئم، تعین جمعرات وغیرہ کی، اور محفل میلاد مروجہ سب کی سب بدعت ہو گئیں ہیں، انتہیٰ

حدود شرع کی رعایت ضروری ہے:

(حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری علیہ الرحمہ براہین قاطعہ) ص ۱۰۴ پر فرماتے ہیں کہ ”ملا علی قاری حدیث ابن مسعود میں فرماتے ہیں:

من اصر(۱) علی مندوب و جعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطن من الاضلال فكيف من اصر على بدعة ومنكر۔

(۱) جس شخص نے امر مندوب پر اصرار کیا اس کو مثل واجب قرار دیا اس طرح پر کہ رخصت پر عمل نہ کیا تو اس سے شیطان نے بہکانے کا حصہ لے لیا پس کیا حال ہے اس شخص کا جو کسی بدعت اور منکر پر اصرار کرے۔

بحر الرائق میں ہے:

لان(۱) ذکر الله اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او بشئی دون شئی لم یکن مشروعاً مالم یرد به الشرع۔

عالمگیریہ کہتا ہے:

یکرہ (۲) للانسان ان یختص لنفسه مکاناً فی المسجد یصلی فیه۔

بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے مسجد میں لوگوں کو صلوٰۃ ضحیٰ پڑھتے دیکھ کر فرمایا کہ یہ بدعت ہے، حالانکہ صلوۃ ضحیٰ سنت ومستحب ہے، اور مسجد میں جانا بھی مستحب ہے، مگر چونکہ بایں اجتماع اس صلوٰۃ کا مسجد میں پڑھنا ثابت نہ تھا اس لئے اس کو بدعت فرمایا۔

اور حضرت عبداللہ بن المغفل صحابی نے جہر بسم اللہ کو فاتحہ کے ساتھ نماز میں بدعت ومنکر فرمایا، حالانکہ بسم اللہ ذکر ہے، اور جہر ذکر ممنوع نہیں ہے۔ مگر چونکہ یہاں جہر منقول نہ تھا، اس کو بدعت فرمایا، ترمذی وغیرہ کتب احادیث میں مذکور ہے، امام صاحب کے نزدیک عید الفطر میں تکبیر بجہر راہ مصلی میں بدعت ہے، اس واسطے کہ ان کے نزدیک یہ تکبیر خفیہ ثابت ہوئی ہے، سو جہر غیر مورد بدعت ہوا، حالانکہ جہر بالتکبیر ذکر مستحسن ہے۔

غرض ان سب سے یہی ثابت ہوا کہ اطلاقات شارع کو قید زمان ومکان وہیئت سے مقید کرنا بدعت ہے، بدون اذن شارع کے، پس اس

(۱) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی تخصیص کا جب قصد کیا جائے وقتوں میں سے کسی وقت کے ساتھ یا اشیاء میں سے کسی شے کے ساتھ تو وہ امر مشروع نہ ہوگا جب تک کہ شریعت اس کے ساتھ وارد نہ ہو۔ ۱۲

(۲) انسان کیلئے مکروہ ہے مسجد میں اپنے لئے نماز پڑھنے کی جگہ مخصوص کرلے۔

کلیہ سے جو مسلمہ تمام امت کا ہے، اور ان احادیث اور روایات فقہاء ومجتہدین سے خوب محقق ہوا کہ کسی حکم کا کسی وجہ سے تبدل وتغیر نہیں چاہئے، نہ کمی سے، نہ زیادت سے، نہ تبدیل وصف سے، انتہیٰ

اور ص ۲۵۹ پر فرماتے ہیں:

حکم مشروع میں کسی غیر مشروع چیز کے شمول سے کراہت آجاتی ہے

یہ بات متفق علیہ ہے تمام امت کی کہ مشروع اگرچہ فرض ہو، کسی غیر مشروع کے خلط وعروض سے خواہ یہ غیر مشروع اصلی ہو یا عرضی، غیر مشروع اور ممنوع ہو جاتا ہے، جیسے نماز ارض مغصوبہ میں مکروہ تحریمی ہے، اور تصویر کے سامنے اور آتش کے سامنے نماز مکروہ تحریمی ہے، اگرچہ نماز عمدہ عبادات مفروضہ تھی، مگر عروض امور غیر مشروعہ سے محرم ہوگئی، اور یہ بھی عرض کیا جاچکا ہے کہ قیودِ محفل مروجہ (میلاد) کی دو قسمیں ہیں۔ بعض وہ امور ہیں کہ باصلہ مکروہ وحرام ہیں، تو ان کے محفل میں موجود ہونے سے یہ محفل محکوم بحرمت وکراہت ہو جاوے گی۔ بہر حال اس کا عقد اور شرکت دونوں ممنوع رہیں گے، اور کوئی عذر وتاویل اس کے جواز کی ممکن نہیں، جیسا روشنی زائد از قدر حاجت کہ بہ نص حرام واسراف ہے، اور لباس حاضرین کا جو محرم شرعی ہے اور مداہنت فی الدین کہ نص سے اس کی حرمت محقق ہے۔

اور قسم دوئم وہ امور ہیں کہ باصلہ مباح ہیں یا مندوب، مگر بسبب عروض تاکد یا وجوب کے علماً یا عملاً ذہن خواص میں یا عوام میں، ان کو کراہت عارض ہوگئی حسب حکم شرعی کے، پس امور ثانی کا وجود مجلس

مولود میں اس وقت تک جائز اور مباح ہے کہ اپنی حالت اصلیہ پر رہیں، جس وقت اپنی حالت سے نکل کر، یا عوام کے ذہن میں ان کی کیفیت و انداز اباحت و ندب سے بڑھی، اس وقت وہ بھی مکروہ ہو جاتے ہیں، اور ان کے ہونے سے محفل مولود عقد و شرکت میں مکروہ ہو جاتی ہے۔ پس قاعدہ اہل ایمان یاد رکھیں، بہت کار آمد ہے۔ انتہی

اور اگر امور منضمہ الگ الگ مسنون و مباح ہوں اور ان امور منضمہ مسنونہ مباحہ کو ملا کر ایک عمل مرکب کو جاری کیا جائے جیسے خروج، تشکیل، چلہ، اور امور ستہ وغیرہ سے مرکب ایک عمل خاص بنام تبلیغ جاری گیا ہے تو اس ہیئت ترکیبی و مجموعی کیلئے بھی دلیل خاص اور مستقل ہونا ضروری ہے، کما قال الشاطبی فی الاعتصام ص۳۴۶ ج۱

"فذالك ابتداع والدليل عليه ان لم يات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا عن اصحابه ولا عن التابعين لهم باحسان فعل هذا المجموع هكذا مجموعا وان اتى مطلقا من غير تلك التقييدات فالتقييد فى المطلقات التى لم يثبت بدليل الشرع تقييدهارأى فى التشريع(۱)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ براہین قاطعہ ص۱۷۸ پر فرماتے ہیں:

سنن کا مجموعہ وہی محمود ہوتا ہے کہ خالی از کراہت و

(۱) پس بدعت ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ اور تابعین محسنین سے یہ مجموعہ ثابت نہیں۔ اگرچہ مطلقاً بغیر قید کے ثابت ہو، پس مطلق فعل میں ایسی قید لگانا جو شرع سے ثابت نہ ہو، شریعت میں رائے کو دخل دینا ہے۔ (ن)

بدعت ہو، اور جمع موافق شرع ہو، اور جمع سنن سے کراہت بھی حاصل ہوتی ہے۔ دیکھو قرآن پڑھنا سنت تھا اور نماز سنت تھی، مجموعہ مشابہ باہل کتاب ہو گیا، اور رکوع مشروع اور قرآن مشروع جمع دونوں کا مکروہ ہوا، و علی ھذا، مگر مؤلف نے ایک قاعدہ سیکھ لیا ہے جس کے مفرد اجزاء مباح ہوں گے مرکب بھی مباح رہے گا۔ اور یہ خود ناتمام ہے۔" انتہی۔

اور ص۵۹ پر فرماتے ہیں:

مولف نے یہ قاعدہ ذہن نشین کر لیا ہے کہ جو حکم اجزاء کا ہوتا ہے، وہی مجموعہ مرکبہ بہ ہیئت ترکیبیہ کا ہوتا ہے۔ اور اس کا بطلان پہلے ہو چکا ہے۔"

امور منضمہ اگر موقوف علیہ ہوں تو اس کا شمول بدعت نہیں

تو اب فضائل تبلیغ اگر بیان کئے جائیں تو کسی کو مضر نہیں، کلام تو اس ہیئت کذائیہ ترکیبیہ میں ہے جس کا وجود قرون ثلثہ سے لیکر آج تک ثابت نہیں۔ محض اس زمانے کی ایجاد ہے، البتہ اگر یہ امور منضمہ " مالم يتم الواجب الا به "یعنی واجب کے موقوف علیہ ہونے کی حیثیت رکھتے ہوں تو اس قید و وصف کا سلف میں معمول بہا ہونا شرط نہیں، اور یہ شرط کہ خاص طور پر شریعت میں اس کی اصل ہو، پس وہ تقیید و تخصیص بدعت نہ ہو گی۔

کما قال الشاطبی فی الاعتصام ص۱۷۹ ج۱

فامثلة(۱) (القيد) الواجب منها من قبيل ما لا يتم الواجب الا به فلا يشترط ان يكون معمولاً به فی السلف ولا ان يكون له اصل فی الشريعة علی الخصوص لانه من باب المصالح المرسلة لا البدع۔"

والقانون العقلی والشرعی" مقدمة الواجب واجب مشهور"(۲)

واجبات میں کوئی خرابی آجائے تو اسکی اصلاح کی جائے گی

اور جو چیز واجب ہو اور اس میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہو، تو اس خرابی کی اصلاح کی جاویگی، اس کو ترک نہ کیا جاوے گا، اور اگر ضروری اور موقوف علیہ نہ ہو تو اس کا ترک کر دینا واجب ہے، کما یدل (۳)علیہ قول المولانا الجنجوھیؒ المذکور فی تذکرة الرشید، وھو ھذہ۔

جو چیز خدائے تعالیٰ کی طرف سے فرض ہو، اگر اس میں کچھ مفاسد پیدا ہوگئے ہوں اور اس کا حصول بدون اس فرد کے نا ممکن ہو تو وہ فرد حرام نہ ہوگا بلکہ ازالہ ان مفاسد کا اس سے واجب ہوگا، لیکن اگر وہ تقییدات و تخصیصات موقوف علیہا نہ ہوں اور اس میں کچھ مفاسد پیدا ہوگئے ہوں، مثلاً مباح کو

(۱)ان قیود واجبہ میں سے وہ قیود بھی ہیں جو مالا یتم الواجب الا بہ (جن پر واجب کا ہونا موقوف ہو) کے قبیل سے ہے، اس قید کا سلف میں معمول بہ ہونا شرط نہیں ہے، اور نہ یہ شرط ہے کہ خاص طور پر شریعت میں اس کی کوئی اصل ہو۔ اس لئے کہ وہ مصالح مرسلہ کے باب سے ہے بدعت نہیں ہے۔

(۲)واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے یہ مشہور عقلی و شرعی قاعدہ ہے۔(ن)

(۳) جیسا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ارشاد جو تذکرة الرشید میں ہے اس پر دلالت کرتا ہے۔(ن)

سنت، سنت کو واجب، غیر لازم کو لازم، علماً یا عملاً سمجھنے لگیں تو اس کا ترک واجب ہوگا، علی الخصوص علماء پر" انتہی

شاطبی الاعتصام ص۷۹ ج۱ پر فرماتے ہیں:

عن(۱) عبدالله بن مسعودؓ القصد فی السنة خير من الاجتهاد فی البدعة

آگے فرماتے ہیں:

قد روی(۲) معناه مرفوعاً ان النبی ﷺ عمل قليل فی السنة خير من عمل كثير فی البدعة۔

حضرت مولانا سہارنپوریؒ براہین قاطعہ ص۱۲۷ پر بحوالہ الطریقة المحمدیہ فرماتے ہیں:

"ثم اعلم ان فعل البدعة اشد ضرراً من ترك السنة بدليل ان الفقهاء قالوا اذا تردد فی شئی بين كونه سنة وبدعة فتركه لازم"

حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ اپنے رسالہ "ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعة فی رمضان" میں فرماتے ہیں:

فعل مباح التزام سے بدعت بن جاتا ہے

قد تقرر(۳) فی مقره ان كل مباح ادی الی التزام غير مشروع والی فساد عقائد الجهلة وجب تركه علی الكملة فالواجب

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ سنت میں میانہ روی بدعت میں کوشش و مبالغہ سے بہتر ہے۔(ن) (۲)سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ سنت میں عمل قلیل بدعت کے عمل کثیر سے بہتر ہے۔(ن)

(۳)اپنی جگہ پر ثابت ہو چکا ہے کہ جو مباح ضروری سمجھ لیا جائے اور اس سے عوام کے عقائد فاسد ہونے لگیں تو=

على العلماء ان لا يلتزموا لكونه موديا الى اعتقاد السنية وقد وقع ذالك من العوام الى ان قال فعلى اهل العلم الذين كالملح فى الطعام اذافسد فسد الطعام ان يتركوا الالتزام۔"

اگر مندوب و مستحب کو سنت مقصودہ کا یا واجب کا درجہ دیدیا علماً یا عملاً، یا سنت مقصودہ کو واجب کا درجہ دیدیا علماً یا عملاً تو یہی عمل مشروع بدعت بن جاتا ہے۔ كما قال الشاطبى فى الاعتصام ص۳۴۶ ج۱

كل ما واظب(۱) رسول الله من النوافل واظهره فى الجماعات فهو سنة فالعمل بالنافلة التى ليست بسنة على طريقة العمل بالسنة اخراج للنافلة عن مكانها المخصوص بها شرعاً ثم يلزم من ذالك اعتقادالعوام فيها ومن لا علم عنده أنها سنة وهذا فساد عظيم لأن اعتقاد ماليس بسنة والعمل بها على حد العمل بالسنة نحو من تبديل الشريعة كما لو اعتقد فى الفرض انه ليس بفرض او فيما ليس بفرض أنه فرض ثم عمل وفق اعتقاده فانه فاسد فهب العمل فى الاصل صحيحاً فاخراجه عن بابه اعتقاداً وعملاً من باب افساد الاحكام الشرعيةو من ههنا ظهر عذر السلف الصالح فى تركهم سنةً قصداً لئلا يعتقد الجاهل انها من الفرائض۔

=اس کا ترک کرنا علماء پر واجب ہو جاتا ہے، پس علماء پر واجب ہے کہ وہ التزام نہ کریں کیونکہ لوگ اس کو سنت سمجھنے لگیں گے بلکہ یہ عوام کی جانب سے واقع بھی ہو گیا ہے...... پس علماء کرام پر جو کھانے میں نمک کے برابر ہیں اور جب نمک فاسد ہوتا ہے تو کھانا بھی خراب ہو جاتا ہے، لازم ہے کہ التزام کو ترک کر دیں۔(ن)

(۱) ہر وہ عبادت نافلہ جس پر رسول اللہ ﷺ نے مواظبت فرمائی ہو، اور اس کو جماعتوں میں ظاہر=

اس کے علاوہ اکابر علماء محققین کے کثیر اقوال ہیں، بخوف طوالت، بوجہ قلت فرصت نقل نہیں کئے گئے، سمجھنے کیلئے اتنا کافی سے زیادہ ہے، تبلیغ مروجہ کی قیود و تخصیصات پر تبلیغ کا حصول موقوف نہیں، دیگر اور بھی بہت سی صورتیں ہیں، پس وہ از قبیل مالایتم الواجب الا بہ نہیں ہیں، دوسرے یہ کہ اگر یہ قیود مباح یا سنت ہیں تو بوجہ اصرار و تاکد والتزام مالایلزم اور بوجہ مفضی الی فساد عقیدۃ العوام ہونے حسب تصریح احکام مذکورۃ الصدر بدعت قرار پاتے ہیں، اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان قیود و تخصیصات کو عملاً ہی نہیں بلکہ قولاً و علماً سنت سمجھا اور کہا اور لکھا جا رہا ہے اور اس کی بڑی بڑی فضیلت بیان کی جا رہی ہے، یہاں تک کہ کہتے اور لکھتے ہیں کہ سنت کی واحد صورت ہے تو یہی ہے، اور بوجہ اصرار ہر جگہ، ہر دیہات و قصبہ، ہر شہر، اور ہر وقت و زمانہ میں بس ایک ہی طریقہ، ایک ہی ہیئت اختیار کی جا رہی ہے، اور عملاً وجوب کا درجہ دیدیا گیا ہے اور یہ امر بہت ظاہر ہے۔

جائز و ناجائز کا مجموعہ ناجائز ہوتا ہے

اور اس کے بعد یہ مسئلہ خاص طور پر سمجھ لینے کا ہے اور اوپر اس کی تصریح بھی ہو چکی ہے کہ امر مشروع و جائز ایک مکروہ کے انضمام سے مکروہ

=فرمایا ہو وہ سنت ہے، پس وہ نفلی عمل جو کہ سنت نہ ہو اس کو عمل بالسنۃ کے طریقہ پر کرنا درحقیقت اس نفلی عمل کو اس مرتبہ سے خارج کرنا ہے جو کہ شرعاً اس کے ساتھ مخصوص تھا، پھر اس سے لازم آتا ہے کہ عوام اور جہلاء اس کو سنت اعتقاد کرنے لگیں اور یہ فساد عظیم ہے، اس لئے کہ جو سنت نہ ہو اس کو سنت اعتقاد کرنا شریعت کو تبدیل و تغییر کر دینا ہے جیسا کہ غیر فرض کو فرض اعتقاد کر لیا یا فرض کو غیر فرض اعتقاد کر لیا، پھر اپنے اعتقاد کے موافق عمل کر لیا تو یہ فاسد ہے پس عمل اگرچہ فی الاصل صحیح ہو لیکن اس عمل کو اپنے باب سے اعتقاداً یا عملاً نکال دینا احکام شرعیہ کے فاسد کر دینے کے قبیل سے ہے، یہیں سے سلف صالحین کے قصداً سنتوں کے ترک کر دینے کا عذر ظاہر ہو گیا کہ جاہل یہ اعتقاد کرنے لگیں کہ یہ عمل فرائض و واجبات میں سے ہے۔(ن)

وناجائز ہوجاتا ہے، اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ نتیجہ ہمیشہ اخس کے تابع ہوتا ہے، جائز وناجائز کا مجموعہ ناجائز، صحیح وغلط کا مجموعہ غلط، پاک اور نجس کا مجموعہ نجس، حلال وحرام کا مجموعہ حرام ہوتا ہے، ایک قطرہ پیشاب گھڑوں پانی کوناپاک کردیتا ہے۔

اخرج عبدالرزاق فی مصنفة عن ابن مسعودؓ موقوفاً
"ما اجتمع الحلال والحرام الاغلب الحرام"(۱)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب براہین قاطعہ ص۱۷۸ پر فرماتے ہیں:

مولود ذکر خیر ہی کا نام ہے، مگر اس کے ساتھ اگر امر مکروہ منضم ہو جائیگا تو لاریب مکروہ ہو جائے گا کہ مجموعہ حلال و حرام کا حرام ہوتا ہے، صدہا مثالیں موجود ہیں اور قاعدہ کلیہ فقہاء کا اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام، مشہور ہے، پس ان امور لاحقہ یعنی مکروہہ سے بیشک حرمت وکراہت آویگی۔ بدیہی کا انکار بلاہت ہے، صلاۃ وقرآن کو دیکھ کر پڑھنے سے اور ارض مغصوبہ میں اور تصویر کے روبرو حرام ہو گئی، ذرا آنکھ کھول کر دیکھئے، حاصل یہ ہے کہ جو قید تغییر حکم شرعی کا کردیوے گی، بدعت وکراہت ہو جاویگی۔ ورنہ نہیں اور سنت ہونا قید کا مانع بدعت ہونے کا نہیں ہوتا۔"

تبلیغ مروجہ کے مفاسد تبلیغ مروجہ میں مکروہات مثلاً تقدیم الجہال علی العلماء، ترک نہی عن المنکر، مداہنت فی

(۱) جب حلال وحرام مل جائیں تو مجموعہ حرام ہی ہوتا ہے

الدین، امارت وخلط نا اہل وفساق، جمعہ فی القری، شرکت مجالس مولود، تنقیص وتحقیر علماء ومشائخ، فساد اعتقاد عوام وغیرہ کا انضمام بدیہی ہے، جس طرح بدعت فعلی ہوتی ہے، اسی طرح ترکی بھی ہوتی ہے، وہ یہ کہ کسی مطلوب شرعی وجائز عمل کو دواماً ترک کردیا جائے۔

امر شرعی کا ترک بھی بدعت ہے امام شاطبی الاعتصام ص ۴۲ ج ۱ پر فرماتے ہیں:

ان البدعة(۱) من حيث قيل فيها انها لطريقة مخترعة الخ يدخل فی عموم لفظها البدعة التركية كما يدخل فيه البدعة غير تركية، فقد يقع الابتداع بنفس الترك تحريماً للمتروك او غير تحريم فان الفعل مثلاً قد يكون حلالاً بالشرع فيحرمه الانسان علی نفسه او بقصد تركه قصداً۔

آگے فرماتے ہیں:

وان كان الترك(۲) تديناً فهو الابتداع اذ قد فرضه الفعل جائزاً شرعاًفی الترك المقصود معارضة فی شرع التحليل۔"

(۱) بدعت کے بارے میں جبکہ یہ کہا گیا ہے وہ دین کے گھڑے ہوئے طریقے کا نام ہے الخ تو اس کے عموم میں بدعت ترکیہ بھی داخل ہے، جیسا کہ اس میں بدعت غیر ترکیہ داخل ہے، پس بدعت صرف ترک کر دینا ہوگا۔ خواہ متروک کو حرام سمجھ کر ترک کیا ہو۔ خواہ حرام نہ سمجھا ہو، اس لئے کہ مثلاً فعل کبھی شرعاً حلال ہوتا ہے مگر انسان اس کو اپنے نفس پر حرام کرلیتا ہے یا قصداً اس کو ترک کر دیتا ہے۔ (۲) اور اگر ترک تدیناً ہے تو یہ ابتداع فی الدین ہے۔ اس لئے کہ فعل کو ہم نے جائز فرض کیا ہے، لہذا بالقصد ترک کرنا شارع کا معارض ہوگا کیونکہ یہ تحلیل شارع کے مقابلے میں تحریم ہے (ن)

ارشادات حضرت گنگوہیؒ | مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مزید تاکید وبصیرت کیلئے تائیداً قطب عالم امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کے وہ ارشادات نقل کر دیئے جائیں جو منتشر اور متفرق طور پر ان مکاتیب میں مندرج ہیں جو مابین حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ واقع ہوئے تھے، لیکن بوجہ عدم فرصت اختصار واشارہ ہی پر مجبور ہوں، بہتر ہو کہ آں عزیز ان مکاتیب کا بغور مطالعہ فرمائیں، انشاء اللہ فائدہ ہوگا، یہ مکاتیب تذکرۃ الرشید ص ۱۱۳ لغایت ص ۱۳۶ پر مذکور ہیں، ارشاد ہے۔

۱۔ اگر قیود غیر منقول ہوں اور حصول ان قیودات پر موقوف ہوں تو وہ قیود بدعت نہیں۔

مثال میں حضرتؒ نے ان اذکار واشغال صوفیہ کو پیش کیا جو تحصیل نسبت اور توجہ الی اللہ کیلئے حضرات صوفیہ نے متعین فرمائی ہیں، اور وہ غیر منقول ہیں، نیز ان آلات وذرائع کو پیش کیا جو اعلاء کلمۃ اللہ یعنی جہاد کیلئے قرون ثلثہ کے بعد لوگوں نے ایجاد کیے ہیں۔

۲۔ اگر مامور کے ایک نوع میں نقصان ہو اور دوسری نوع، سالم اس نقصان سے ہو تو وہ بھی فرد خاصہ مامور بہ بن جاتا ہے اور اس کے عوارض میں.... اگر نقصان ہو تو اس نقصان کا ترک لازم ہوگا، نہ کہ اس فرد کا۔

مثال میں مامور بہ تقلید کو پیش کیا ہے کہ:

مطلق تقلید کے دو افراد نوعیہ ہیں، ایک فرد نوعی غیر شخصی ہے، جو سبب ہے مفاسد کا، اور دوسرا فرد اس کا شخصی ہے جو

مطلق تقلید کے دو افراد نوعیہ ہیں، ایک فرد نوعی غیر شخصی ہے، جو سبب ہے مفاسد کا، اور دوسرا فرد اس کا شخصی ہے جو سالم ہے اس فساد و نقصان سے، لہذا اس اصول اور کلیہ کی روشنی میں تقلید شخصی ہی متعین ہوئی۔

۳۔ جو چیز حق تعالیٰ کی طرف سے فرض ہو اگر اس میں کچھ مفاسد پیدا ہو گئے ہوں اور اس کا حصول بدون اس فرد کے ناممکن ہو تو وہ حرام نہ ہوگا، بلکہ ازالہ ان مفاسد کا واجب ہوگا، مثلا تقلید شخصی اور غیر شخصی دو نوع ہیں، شخصیت اور غیر شخصیت، دونوں فصل ہیں، جنس تقلید کی، کہ تقلید کا وجود بغیر ان فصول کے محال ہے، کیونکہ فصول ذاتیات میں داخل ہیں، اور جب تقلید غیر شخصی حرام تو شخصی واجب ہے، اسی واسطے فقہاء نے تقلید غیر شخصی کو کتابوں میں منع لکھا ہے، اور تقلید شخصی کو واجب۔

۴۔ مباح منضم جب تک اپنی حد پر رہیگا جائز، اور جب اپنی حد سے خارج ہوگا ناجائز ہوگا، مثلاً ذکر ولادت فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فی زماننا جو قیود مباحہ ہیں، وہ ذکر کی فصول نہیں ہیں۔ (جیسا کہ تبلیغ مروجہ کی قیودات تبلیغ کی فصول نہیں ہیں) بلکہ امور منضمہ ہیں، کہ بدون ان کے ذکر ولادت (اور تبلیغ) حاصل ہو سکتا ہے، اور جب اپنی حد سے بڑھ گئے کہ ان میں تاکد واصرار تداعی واہتمام پیدا ہوا تو یہ ذکر (اور تبلیغ) ناجائز و بدعت ہوگا۔

۵۔امور مرکبہ میں اگر کوئی ایک جز بھی ناجائز ہو جائے تو مجموعہ پر حکم عدم جواز کا ہو جاتا ہے۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ مرکب حلال و حرام سے حرام ہوتا ہے، کلیہ فقہ کا ہے۔ مثلاً ولادت کیساتھ جب مسرفانہ روشنی وغیرہ امور مکروہہ و ممنوعہ کا انضمام ہوا تو یہ محفل ناجائز ہو گی۔ (اسی طرح تبلیغ کے ساتھ امور مکروہہ منضم ہوں گے تو یہ صورت ناجائز ہو گی)

۶۔ مقید بامر مباح میں اگر مباح اپنی حد سے نہ گذرے یا عوام کو خرابی میں نہ ڈالے تو جائز اور اگر ان دونوں امروں میں سے کوئی امر واقع ہو جائے تو ناجائز ہو گا۔اس کی صدہا مثالیں ہیں۔

۷۔جو امر بذریعہ غیر مشروعہ حاصل ہو، وہ خود ناجائز ہے، یہ امر یقینی ہے کہ جو خیر بذریعہ غیر مشروع حاصل ہو وہ امر خیر نہیں اور جب قیود کا غیر مشروع ہونا ثابت ہو جائے تو اس کا ثمرہ کچھ ہی ہو جائز الحصول نہ ہو گا، مثلاً آپ سماع ذکر ولادت بہ ہیئت کذائیہ کو موجب ازدیاد محبت تصور کرتے ہیں، اور بذریعہ غیر مشروع تحصیل محبت کی اجازت دیتے ہیں۔ (تو یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔)

۸۔ جو امر مندوب مغوی ہو تو وہ امر مندوب ناجائز ہو گا، اگر تسلیم کر لیا جائے کہ آپ کی محفل میلاد (ہٰذا تبلیغ) خالی ہے، جملہ منکرات سے اور کوئی امر نامشروع اس میں نہیں ہے، تو دیگر مجالس تمام عالم کی تو سراسر منکر ہیں، اور یہ فعل آپ کا ان کیلئے موید ہے، پس یہ فعل آپ کا جب مغوی خلق ہوا تو اس کے جواز کا

کیسے حکم کیا جاوے گا، اگر حق تعالیٰ نے نظر انصاف بخشی ہے تو سب واضح ہے ورنہ تامل اور شبہات کو بہت گنجائش ہے، مذاہب باطلہ کی اہل حق نے بہت کچھ تردید کی مگر قیامت تک ان کے شبہات تمام نہ ہوں گے۔

۹۔التزام مالا یلزم بدون اعتقاد وجوب بھی ممنوع ہے، اگر باصرار ہو، اگر مندوب پر دوام بلا اصرار ہو وہ جائز ہے، اور مستحب ہے، بشرطیکہ عوام کو ضرر کرے، اور اگر عوام کے اعتقاد میں خلل پڑے تو وہ بھی مکروہ ہے، جیسے کتب فقہ میں سُوَر مستحبہ کے التزام کو مکروہ لکھا ہے۔

۱۰۔جب تک شیخ کسی مسئلہ کو جو بظاہر خلاف شرع ہو بدلائل شرعیہ قطعیہ ذہن نشین نہ کر دے مرید کو اس کا قبول کرنا ہرگز روا نہیں، اس کی نظیر میں احادیث بکثرت ملتی ہیں، ایک نظیر بیان کرتا ہوں اس پر غور کیجئے۔ جب واقعہ مسیلمہ میں قراء بہت شہید ہو گئے اور حضرت عمرؓ کو اندیشہ ذہاب کثیر قراء ہوا۔ انھوں نے حضرت ابو بکرؓ کو جمع قرآن کا مشورہ دیا، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بعد مباحثہ بسیار قول عمرؓ کو قبول فرمایا اور اس کا استحسان ان کے ذہن نشین ہو گیا، اور دونوں کی رائے متفق ہو گئی اور سنت بلکہ وجوب مقرر ہو گیا، اور زید بن ثابتؓ کو اس امر کے واسطے فرمایا، تو باوجود اس کے کہ شیخینؓ زید بن ثابتؓ سے علم و فضل میں بہت زیادہ تھے، اور صحبت ان کی بہ نسبت زید بن ثابتؓ کے طویل تھی اور ان کے باب میں حکم شارع علیہ السلام

ثابت ہو چکا تھا کہ اقتدوا(۱) بالذین من بعدی ابی بکر و عمر (رواہ البخاری) مع ہذا زیدؓ نے چونکہ اس امر کو محدث سمجھا (اور ترک فعل سمجھا) تو یہی فرمایا کہ کیف تفعلون(۲) شیئالم یفعله رسول الله ﷺ اور ان کے کہنے کو ہرگز تسلیم نہ کیا، کیونکہ ایجاد بدعت ان کے نزدیک سخت معیوب تھا۔ اور شیخین کو معصوم نہ جانتے تھے، لہذا مناظرہ شروع کر دیا، مگر جس وقت شیخینؓ نے ان کو سمجھایا اور سنت اس فعل کی زیدؓ کو ثابت ہو گئی (اس کو عدم فعل سمجھ لیا) تو اس وقت بدل و جان قبول کر کے اس کی تعمیل میں مصروف ہو گئے، بخاری کو تم نے خود پڑھا پڑھایا ہے، زیادہ کیا لکھوں۔

پس ایسا بدست شیخ ہو جانا کہ ماور و منہی کی تمیز نہ رہے اہل علم کا کام نہیں۔" لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق"(۳) یہ امر بھی عام ہے اس سے کوئی مخصوص نہیں، اور اگر کسی عالم نے اس کے خلاف کیا ہے تو بسبب فرط محبت اور جنون عشقیہ کے کیا ہے، سو وہ قابل اعتبار نہیں، اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کا واقعہ کہ مجلس سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے مجتنب رہتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ "فعل مشائخ حجت نباشد"(۴) آپ نے سنا ہوگا، اور حضرت سلطان المشائخ کا اس پر یہ فرمانا کہ "نصیر الدین(۵) درست می گوید" تصدیق

(۱) اقتداء کرو میرے بعد ابو بکرؓ کی اور عمرؓ کی (۲) کیسے ہمت کرتے ہو ایسا کام کرنیکی جس کو رسول اللہؐ نے نہیں کیا (۳) خالق کی نافرمانی کر کے مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔(ن)(ا)۔(۴) مشائخ کا فعل دلیل نہیں ہے۔ (۵) نصیر الدین صحیح کہتے ہیں۔

تحریر بندہ کی کرتا ہے، اسی واسطے مشائخ اپنے مرید علماء سے مسائل دین کی تحقیق کرتے تھے، اور کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنی معلومات مخالفہ سے تائب ہو جاتے تھے، چنانچہ حضرتؒ نے "غذائے روح" میں قصہ اس عارف کا جو غار میں رہتا تھا، اور ٹکیہ موم کی آنکھ اور بتی نجاست کی ناک میں رکھتا تھا، لکھا ہے کہ انھوں نے مرید کے اس کہنے سے کہ اس صورت میں نماز نہیں ہوتی، اپنی نمازوں کا اعادہ کیا، اور اس مسئلہ کو قبول کیا، اور خود بندہ کو یہ واقعات پیش آئے کہ جناب حضرت حاجی صاحبؒ و حافظ صاحبؒ جو پہلے سے مولوی شیخ محمد صاحبؒ سے مسائل دریافت کر کے ان پر عامل تھے، بندہ کے کہنے سے مسائل کے تارک ہو گئے، اور واللہ کہ حافظ صاحبؒ نے یہ کلمہ میرے سامنے فرمایا کہ ہم کو بہت سے مسائل میں ہمیشہ دھوکا رہا۔

۱۱۔ جو امور مبتدع اور محدث ہیں، ان کا تعلق عقیدہ سے بھی ہے، لہذا وہ باب عقائد سے ہیں، ان سب کو ناجائز اور موجب ظلمت عقیدہ کرنا واجب ہے، پس یہ اعتقاد کلیات میں داخل ہے، اگرچہ عمل ان کا عملیات سے ہے، یہی وجہ ہے کہ کتب کلام میں جواز مسح خف و جواز اقتداء فاسق وجواز صلوٰۃ علی الفاسق وغیرہ لکھتے ہیں، کیونکہ گویہ اعمال ہیں، مگر اعتقاد جواز و عدم جواز اعتقادیات میں داخل ہے۔

احکام شرعیہ میں فعل مشائخ حجت نہیں

یہ چند تصریحات علماء ہیں جو بالاختصار پیش کئے گئے اور کتنے اقوال علماء محققین نیز روایات حدیثیہ وفقہیہ بخوف طوالت وبوجہ فقدان وقت

نظر انداز کر دیئے گئے، باقی آں عزیز کا یہ فرمانا کہ پھر آخر فلاں اور فلاں علماء کیوں شریک ہیں اور موید ہیں تو اس کے بارے میں ہم کیا لکھیں، اگر یہ سوال جہلاء کی طرف سے ہوتا تو تو اتنا افسوس نہ ہوتا جتنا کہ اہل علم کی طرف سے ہونے کا افسوس ہے، اہل علم تو علم سے کام لیتے ہیں اور دلائل پر نظر رکھتے ہیں اور کوئی بات بلا دلیل نہیں مانتے۔

امام شاطبی تو یہ فرماتے ہیں

ان الحق(۱) هو المعتبر دون الرجال ـ"

حافظ ابن القیم اعلام الموقعین میں فرماتے ہیں:

ان (۲)فضلهم لا يوجب قبول ما قالوا۔"

صاحب مجالس ابرار فرماتے ہیں:

ومن ليس من اهل الاجتهاد، من الزهاد والعباد فهو فى حكم العوام لا يعتقد بكلامه الا ان يكون موافقاً للاصول الكتب المعتبرة۔"(۳)

اور حضرت تھانویؒ اصلاح الرسوم میں فرماتے ہیں:

جس عمل کو جن عقائد و مفاسد کیوجہ سے ہم روک رہے ہیں ان مفاسد کا اظہار سوال میں کرنے کے بعد مجوزین سے فتوی منگادو اس وقت تمہارا شبہہ معقول ہو سکتا ہے، اس وقت جواب ہمارے ذمہ ہوگا۔

---

(۱) حق کا اعتبار ہے اشخاص کا نہیں۔ (۲) ان کی فضیلت کی وجہ سے ان کی ہر بات ماننا ضروری نہیں۔

(۳) اور جو شخص اجتہاد میں سے نہیں ہیں، خواہ وہ زاہدوں اور عابدوں ہی میں سے کیوں نہ ہوں وہ عوام کے حکم میں ہیں، اس کا کلام قابل شمار نہیں، الا یہ کہ اس کا کلام اصول کتب معتبرہ کے موافق ہو۔ (ن)

اور مؤلف انوار ساطعہ نے جب محفل مولود کے بارے میں یہ کہا کہ حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاو تعظیماً اور ملک مصر، ملک اندلس، ممالک مغربی، ملک روم، ملک عجم، ہندوستان وغیرہ میں کمال احتشام و اہتمام سے ہوتی ہے، نیز ملا علی قاریؒ، سبط ابن الجوزیؒ، علامہ فاکہانیؒ اور علامہ سیوطیؒ وغیرہ کا نام پیش کر کے لکھا کہ محققان بالغ نظر نے جائز کہا (وغیرہ) تو اس کا جواب مولف براہین قاطعہ حضرت سہارنپوری نے یہ دیا کہ:

تمام بلاد میں اشتہار اس کا، کوئی دلیل شرعی نہیں، صلوٰۃ لیلۃ البراء ۃ والرغائب تمام دنیا میں شائع ہوئی اور بدعت ہی رہی، پس اشتہار امر غیر مشروع کا، موجب جواز کا نہیں ہوتا۔ لہذا ملا علی قاریؒ کا لکھنا کہ تمام بلاد میں یہ رائج ہے کوئی حجت شرعیہ نہیں، مانعین علماء تو کلیات و نصوص اور جزئیات مجتہدین سے منع کو ثابت کرتے ہیں، اور مؤلف کے پاس بجز اس کے کہ علماء دین نے جائز رکھا، محققان بالغ نظر نے درست جانا، فلاں شریک ہوا، فلاں کرتے رہے اور کچھ حجت نہیں، اور یہ قول بعد ثبوت ہرگز حجت شرعیہ نہیں ہو سکتا، اپنا دل خوش کرلو، مگر اہل علم کے نزدیک کوئی دلیل نہیں، جب نصوص اور اقوال مجتہدین سے بوجہ تقیید و تعیین کے بدعت سیئہ ہونا، ان امور کا ثابت ہو گیا تو بمقابلہ اس کے ملا علی قاری کا قول یا کسی کا قول قابل تعویل نہیں سب فضول ہے۔

ص ۱۶۵ پر فرمایا:

قرآن و حدیث سے کچھ ثبوت ہی نہیں، پس سب آپ کے

علماء کا فتویٰ لا یعبأ به ہو گیا، اور بدعت ہونا مقرر ہو گیا، اور حاضر ہونے سے مشائخ اور علماء کی حجت جواز کی نہ ہو گی، اگر کروڑوں علماء بھی فتویٰ دیدیں بمقابلہ نص کے ہرگز قابل اعتبار کے نہیں، ادلہ اربعہ سے بدعت ہونا اس کا ثابت ہے، فماذا بعد الحق الا الضلال"

اب مؤلف ممالک کو شمار کر کے اپنی کرم کہانی کہے جاوے، بندہ احقر پہلے ہی عرض کر چکا ہے کہ مؤلف کے پاس کوئی دلیل سوائے اس کے نہیں کہ تمام علماء کرتے رہے، اور یہ بشرط ثبوت و تسلیم کوئی حجت شرعیہ نہیں، حجت وہ ہے جو ادلہ شرعیہ سے پیدا ہووے، اور اگر قید و تاکد کو یہ علماء بدعت نہیں کہتے تو ہرگز ان کا قول معتبر نہیں۔"

کہاں تک لکھا جائے محققین متقدمین و متاخرین کے بہت سے ارشادات واقوال ہیں، افسوس کہ فرصت نہیں، اگر فرصت ہوتی تو مدارس وخانقاہ، اذکار واشغال صوفیہ ودیگر بہت سے مسائل پر مفصل و مدلّل گفتگو کرتا کاش اپنا گھر سمجھ کر غریب خانے پر تشریف لاتے تو بالمشافہ گفتگو کر کے افہام و تفہیم کی کوشش کرتا اور علماء کے ارشادات بیان کرتا۔

ہمارے اکابر واسلاف نے کوئی بات تشنہ نہیں چھوڑی، احکام شرعیہ کے بیان کرنے سے دریغ نہیں فرمایا، اس خیال سے کہ یہ چند سطریں جلد خدمت میں پہنچیں، قلم روک رہا ہوں، اگر آپ فرمائیں گے تو بشرط فرصت انشاء اللہ وہ بھی ہو جائے گا، قلت فرصت ہی باعث اختصار

وایجاز کی ہوئی، خدا کرے یہ ایجاز مخل نہ ہوا ہو۔

ان سطور پر آپ غور فرمائیں اگر اس میں غلطی ہو تو مجھے مطلع فرمائیں، اگر کوئی اشکال ہو بے تکلف تحریر فرمائیں، بہت سے اشکالات اور ارشادات کے جوابات جو بصورت تحریر بندہ کے پاس موجود ہیں، وقت آنے پر انشاء اللہ منصۂ شہود پر آئیں گے، عجلت کی ضرورت نہیں اگرچہ ضمناً اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے، لیکن تتمیماً للفائدہ قدرے اجمالی توضیح کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا، وہ یہ کہ۔

جس چیز کا ثبوت قرون اولیٰ میں نہ ہو اس کا احداث بدعت ہے

قرون ثلثہ میں تبلیغ مروجہ کی موجودہ تخصیصات و تقییدات موجود نہ تھیں، اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جو دواعی و محرکات، اغراض و مقاصد بیان کئے جاتے ہیں، وہ سب قرون ثلثہ میں موجود تھے باوجود اس کے ان کو اختیار نہیں کیا گیا نہ اس پر تنبیہ کی گئی، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تخصیصات متروک ہیں، اور اہل علم پر مخفی نہیں کہ عدم الفعل اور ترک الفعل میں بڑا فرق ہے، بہر کیف حضرات علماء فرماتے ہیں کہ فعل کا موجب و مقتضی پائے جانے کے باوجود وہ فعل یا وصف فعل قرون اولیٰ میں نہیں پایا گیا تو یہ ترک الفعل ہو گا۔ "کالاذان لصلوٰۃ العیدین" کہ صلوٰۃ عیدین صلوٰۃ ہے اور صلوٰۃ داعی اور مقتضی اذان کی ہے، مگر باوجود داعی و مقتضی کے شارع سے اذان منقول نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ترک اذان قصداً ہوا، پس صلوٰۃ عیدین کیلئے اذان بدعت ہے، اور جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ نے جس فعل کو ترک فرمایا وہ فعل بدعت ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

فمن واظب (۱)علی فعل لم یفعله الشارع ﷺ فهو مبتدع والمتابعة كما تكون فی الفعل یكون في الترك ایضاً۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات میں تحت حدیث انما الاعمال بالنیات فرماتے ہیں:

آنکہ مواظبت نماید بر فعل آنچہ شارع نہ کردہ باشد مبتدع بود کذا قال المحدثون(۲)

مواہب لطیفہ شرح مسند ابی حنیفہؒ میں تلفظ بالنیۃ کی بحث میں ہے۔

والاتباع كما یكون فی الفعل یكون فی الترك فمن واظب علی ما لم یفعل الشارع فهو مبتدع (۳)

سید جمال الدین المحدث فرماتے ہیں:

تركه ﷺ سنة كما فعله سنة(٤)

امام شاطبی الاعتصام ص۳۶۱ ج۱ پر فرماتے ہیں:

(۵)۔ (والضرب الثانی) ان یسكت الشارع عن الحكم الخاص او یترك امراً من الامور و موجبه المقتضی له قائم و سببه في زمان الوحي وفي ما بعده موجود ثابت الا انه

(۱)جس نے مواظبت کی اس فعل پر جس کو شارع ﷺ نے نہیں کیا وہ مبتدع ہے، اور پیروی جس طرح فعل میں ہوتی ہے اسی طرح ترک میں بھی ہوتی ہے۔(۲)ایضاً (۳)اور اتباع جس طرح فعل میں اسی طرح ترک میں بھی ہے، چنانچہ جس فعل کو حضور ﷺ نے نہیں کیا اس پر مواظبت کرنیوالا مبتدع ہے۔(۴)حضور ﷺ کا کسی فعل کو ترک کرنا سنت ہے جس طرح آپ ﷺ کا فعل سنت ہے۔

(۵)اور دوسری قسم یہ ہے کہ شارع حکم خاص سے ساکت ہو یا امروں میں سے کسی امر کو ترک کرے حالانکہ اس کیلئے موجب و مقتضی اس کا قائم ہو، اور زمان وحی اور مابعد میں اس کا سبب موجود ہو اور ثابت ہو،

لم یحدد فیه امر زائد علی ما كان من الحكم العام فی امثاله ولا ینقص منه الا انه لما كان المعنی الموجب لشرعیة الحكم العقلی الخاص موجوداً ثم لم یشرع ولا نبّه كان صریحاً فی ان الزائد علی ما ثبت هنالك بدعة زائدة و مخالفة لقصد الشارع اذ فهم من قصده الوقوف عندما حد هنالك لا الزیادة علیه ولا النقصان منه"

اسی طرح نفائس الازہار ترجمہ مجالس الابرار ودیگر کتب فقہ میں تصریح ہے اور اسی قانون شرعی کی روشنی میں حضرت علیؓ نے نفل قبل صلوٰۃ العید اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے رفع ایدی فی الدعاء علی الصدر اور اہتمام صلوۃ ضحیٰ اور قنوت فی العصر اور حضرت عبداللہ ابن المغفل نے بسم اللہ بالجہر فی الصلوۃ اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے کلمہ طیبہ، درود شریف بالجہر فی المسجد وغیرہ وغیرہ کو بدعت فرمایا، اور ہدایہ میں تنفل قبل العید و قبل الفجر، طوالع الانوار۔ حاشیہ در مختار میں رفع الصوت بالذکر یوم العید، امالی اور کفایہ شعبی میں تراویح زائد از عشرین، فتاویٰ کبیری، در مختار، فتاویٰ عجیب، فتاویٰ ابراہیم شاہی اور کنز العباد فی شرح اوراد میں، دعا

= مگر یہ کہ حکم عام کو علی حالہ باقی رکھا ہو نہ کوئی امر زائد کیا ہو اس میں نہ کم کیا ہو، اس لئے کہ حکم عقلی خاص کو شریعت کیلئے موجب محرک کے ہوتے ہوئے نہ مشروع فرمایا نہ اس کی طرف اشارہ وتنبیہ فرمائی تو یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ اب جو اس پر اپنی رائے سے کوئی امر زائد کیا جائے گا وہ بدعت زائدہ ہوگی اور شارع کے مقصد کی مخالفت ہوگی اس لئے کہ باوجود محرک اور سبب کے پائے جانے کے شارع کے سکوت سے یہی سمجھا جائے گا کہ شارع کا مقصود اسی حد تک حکم کو باقی رکھنا ہے بغیر کسی زیادتی اور کمی کے۔

بالاجتماع عند ختم القرآن، کتب فقہ میں خطبہ فی الکسوف کبیری میں صلوٰۃ الرغائب، عالمگیری اور نصاب الاحتساب میں قراءۃ الکافرون مع الجمع کو بدعت فرمایا جن کی تصریح وتفصیل کا یہ مختصر متحمل نہیں، انصاف شرط ہے، یہ وہ اصول وقوانین شرع ہیں جن کی روشنی میں ہمارے اکابر وسلف صالحین نے ذکر اللہ، ذکر الرسول، نماز، روزہ، ایصال ثواب ودیگر عبادات، صدہا چیزوں کو بدعت قرار دیا، اور بے خوف لومۃ لائم بغیر کسی پس وپیش کے برملا، اس کا اظہار فرمایا، کیا ان امور کے مرتکبین ہمارے کلمہ گو بھائی نہ تھے، اور کیا ان امور کے فوائد وہ نہیں بیان کرتے تھے، اور ان کے افعال کا منشا اللہ، رسول، دین کی محبت نہ تھا، مگر ہمارے اکابر نے اس کا کچھ لحاظ نہ فرمایا، اپنے مواعظ وتصنیفات میں امور کا بدعت ہونا ظاہر فرمایا، مناظرے کئے مقابلے کئے کیسے کیسے اختلافات ہوئے بھائی بھائی باپ بیٹے، اعزہ واقارب میں جدائی ہوئی، کتنے صدمے اٹھانے پڑے، کیسی کیسی رسوائیاں ہوئیں۔ اور آج تک اس کا سلسلہ برابر جاری ہے، یہ کہاں کا انصاف ہے کہ وہ کریں تو بدعت اور ہماری جماعت کا کوئی فرد ایجاد کرے تو جائز، یا تو ان تمام اشیاء کو بدعت کہنا ترک کر دیا جائے اور اکابر کی محنتوں کو بالائے طاق اور تحقیقات کو دریا برد کر دیا جائے، یا پھر وجہ فرق بتلایا جائے، اور اصول وقوانین شرعیہ کی روشنی میں صاف اور واضح طور پر ثابت کیا جائے کہ وہ امور فلاں وجوہ سے بدعت اور یہ امور فلاں وجہ سے سنت یا جائز ہیں، محض اس کہدینے سے کام نہ چلے گا کہ فلاں عالم نے تعریف کی، اور فلاں عالم شریک ہیں، عام مقبولیت ہے، عالمگیر ہے، اور فلاں فائدہ اور فلاں نتیجہ ہے۔

اور امام ربانی مجدد الف ثانیؒ حضرت شیخ سرہندی قدس سرہ کے

کلام ہدایت التیام سے دل ودماغ کو روشن کریں، فرماتے ہیں:

"اجتناب از رسم ورسم بدعت تا از بدعت حسنہ دررنگ بدعت سیئہ احتراز ننماید بوئے ازیں دولت بمشام جان او نرسد وایں معنیٰ امروز متعسر است، عالم در دریائے بدعت غرق گشتہ است، و بظلمات بدعت آرام گرفتہ کرا مجال است کہ دم از رفع بدعت زند، و بہ احیاء سنت لب کشاید، اکثر علمائے ایں وقت رواج دہندہائے بدعت اند، و محو کنندگان سنت، بدعتہائے پہن شدہ را تعامل دانستہ بجواز بلکہ بہ استحسان فتوی دہند ومردم را بہ بدعت دلالت می نمایند، چہ می گویند اگر ضلالت شیوع پیدا کند وباطل متعارف شود تعامل گردد، مگر نمی دانند کہ تعامل دلیل استحسان نیست، تعاملیکہ معتبر است، ہمانست کہ از صدر اول آمدہ است تا باجماع جمیع مردم حاصل گشتہ کما ذکر فی فتاویٰ الغیاثیہ

بدعت کے نام اور بدعت کے طریق سے، یہاں تک کہ جب تک بدعت حسنہ سے بھی بدعت سیئہ ہی کی طرح اجتناب واحتراز نہ کریں گے، اس دولت کی خوشبو بھی نہ ملے گی۔ یہ بات آج کل مشکل ہے، عالم دریائے بدعت میں غرق ہے، اور بدعت کی تاریکیوں میں مطمئن ہے، کس کی مجال ہے کہ بدعت کے ختم کرنے کیلئے دم مارے، اور احیاء سنت کیلئے لب کھول سکے، اس زمانے کے اکثر علماء بدعت کے رواج والے اور سنت کو محو کرنے والے ہیں، پھیلی ہوئی بدعتوں کو تعامل خلق جان کر اس کے جواز بلکہ اس کے استحسان کا فتویٰ دے رہے ہیں، اور لوگوں کو بدعت کی طرف دعوت دے رہے ہیں، کیا کہیں یہ علماء کہ اگر ضلالت اور گمراہی شائع ہو جائے اور باطل متعارف اور رواج پا جائے تو کیا یہ تعامل ہو جائے گا، شاید یہ علماء نہیں جانتے کہ تعامل اور رواج دلیل استحسان نہیں ہے جو تعامل معتبرہ ہے وہ وہی ہے جو کہ صدر اول سے چلا آرہا ہو یہاں تک کہ عام لوگوں کے اجماع سے حاصل ہوا ہو، جیسا کہ فتاویٰ غیاثیہ میں مذکور ہے

قال الشیخ الامام الشہید رحمۃ اللہ سبحانہ علیہ لا ناخذ باستحسان مشائخ بلخ وانما ناخذ بقول اصحابنا المتقدمین رحمہم اللہ سبحانہ لان التعامل فی بلدۃ لا یدل علی الجواز وانما یدل علی الجواز مایکون الاستمرار من الصدر الاول فیکون ذلک دلیلا علی تقریر النبی ﷺ ایاہم علی ذلک فیکون منہ علیہ و علی آلہٖ الصلوۃ والسلام واما اذا لم یکن کذالک لایکون فعلہم حجۃ الا اذا کان ذالک عن الناس کافۃ فی البلدان کلہا لیکون اجماعا والاجماع حجۃ الا تریٰ انہم لو تعاملوا علی بیع الخمر وعلیٰ الربوٰ لا یفتی بالحل ۔ وشک نیست کہ علم بہ تعامل کافہ انام و بہ عمل جمیع قریٰ وبلدان از حیطۂ بشر خارج است باقی ماند تعامل صدر اول کہ فی الحقیقت تقریر است ازاں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام ورا جع بہ سنت او علیہ السلام کجا است و حسن بدعت کدام،

= کہ شیخ امام شہیدؒ نے فرمایا ہے ہم مشائخ بلخ کے استحسان کو معمول نہیں لگے ہم تو اپنے اصحاب متقدمین کے قول کو اختیار کریں گے اللہ سبحانہ ان پر رحم کرے، اس لئے کہ تعامل کسی شہر کا جواز پر دلالت نہیں کرتا۔ جواز پر دلالت وہ تعامل کرتا ہے جو صدر اول سے برابر ہمیشہ چلا آرہا ہو تو وہ نبی ﷺ کی تقریر سے ثابت ہوگا، لہذا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف سے ثابت مانا جائے گا، لیکن اگر ایسا نہ ہوگا تو لوگوں کا یہ فعل حجت نہ ہوگا، الا یہ کہ تمام لوگوں کا تمام شہروں کا اس پر اتفاق ہو تاکہ اس کو اجماع کہا جاسکے اور اجماع حجت ہے کیا نہیں دیکھتے تم کہ اگر بیع خمر اور سود پر لوگ تعامل کریں تو اس کی حلت کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا اور اس میں شک نہیں ہے کہ تمام ..... لوگوں کے تعامل اور جمیع قریٰ اور بلدان کے علم حیطۂ بشر سے خارج ہے باقی رہا صدر اول کا تعامل تو وہ دراصل آں سرور ﷺ کی تقریر ہے، اور سنت ہے جناب رسول اللہ ﷺ کی، بدعت کجا اور حسن بدعت کدام (ن)

اور مکتوب ۲۱۶ دفتر اول ص ۳۲۵ پر فرماتے ہیں:

حلال وحرام میں صوفیہ کا عمل دلیل نہیں

عمل صوفیاء در حلت و حرمت سند نیست (۱) ہمیں بس است کہ ماایشاں را معذور داریم وملامت نکنیم وامر ایشاں را بحق سبحانہ و تعالیٰ مفوض داریم وایں جا قول ابی حنیفہ وامام یوسف وامام محمد معتبر است نہ عمل ابی بکر شبلی وابی حسن نوری۔

تبلیغ مروجہ پر مدارس وخوانق کا قیاس قیاس مع الفارق ہے

اگر عدم فرصت مانع نہ ہوتی تو مدارس وخوانق کے بارے میں بھی کچھ لکھتا اجمالاً یہ امر ملحوظ رہے کہ اس طریقہ محدثہ مخترعہ و مجموعہ بہ ہیئت کذائیہ کو مدارس وخوانق ودیگر ثابت بالشریعت والسلف تبلیغی طرق وصور پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

انشاء اللہ تفصیلات جلد ہی منصۂ شہود پر آرہی ہیں، انتظار فرمایئے، اگر اس میں کوئی غلطی ہو اصلاح فرمایئے، اشکال ہو تو آزادی سے تحریر فرمانیکی اجازت ہے۔

(۱) حرام وحلال میں صوفیہ کا عمل سند نہیں ہے، یہی غنیمت ہے کہ ہم ان لوگوں کو معذور رکھیں اور ملامت نہ کریں اور ان کے معاملے کو حق سبحانہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں اور اس جگہ قول ابی حنیفہ وابی یوسف وامام محمد معتبر ہے، نہ کہ ابو بکر شبلی اور ابوالحسن نوری کا عمل الخ۔ (ن)

هذا ما سنح لی الآن والله اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب و صلی الله علی خیر خلقه محمد وآله واصحابه اجمعین، برحمتك یا ارحم الراحمین -

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

دعا کرتا ہوں اور دعا چاہتا ہوں۔

والسلام مع الاکرام

وانا الاحقر الافقر محمد فاروق غفرلہ

اتراوں، الہ آباد، شعبان المکرم ۱۳۹۹ھ

تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں

الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ

مصنف

علامہ فاروق صاحب رہ

مطبوعہ مکتبہ مدنیہ دیوبند

باسمہ تعالیٰ

تبلیغی جماعت ہفتہ کا اجتماع، رات کا قیام وغیرہ ایک رسم بنالیں تو یہ اک مذہب بن جائیگا اور ایک بدعت قائم ہوجائیگی، ربانی مصلحین کا فرض ہوگا کہ ان کے خلاف جدوجہد کریں

مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا ایک مضمون سنہ ۴۸ء کے کسی ماہ الفرقان میں

شائع ہوا اس کے بعد ابھی حال ہی میں "البلاغ" کراچی میں شائع ہوا اس مضمون میں اس جماعت کے بارے میں فرمایا کہ:- سب سے مشکل چیز اعتدال ہے، انبیاء علیہم السلام میں اعتدال بدرجۂ اتم ہوتا ہے، ہم صاف کہتے ہیں کہ یہ بالکل امکان ہے کہ پچیس برس کے بعد اللہ کے کچھ بندے پیدا ہوں جو صاحب نظر ہوں، اور اللہ کے ساتھ ان کا تعلق بھی ہو اور ہمارے اس طریقہ میں زمانہ کی ضرورت اور تقاضے کے لحاظ سے تبدیلیاں کریں، اس وقت اگر ایک جامد طبقہ اسکی مخالفت ہمارا نام لیکر محض اس بناء پر کرے کہ ہمارے بزرگ ایسا کرتے تھے تو اس کا رویہ غلط ہوگا، اس کا اصرار ہٹ دھرمی ہوگا، کبھی کبھی ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ہماری اس تحریک میں ایک طبقہ یہ سمجھنے لگا ہے کہ یہی طریقہ کار اور یہی طرز دین کی خدمت اور احیاء کے لئے ہمیشہ کے واسطے اور ہر جگہ کے لئے ضروری ہے اور اسکے علاوہ سب غلط ہے جب تک اس مخصوص طریقہ پر تقریر نہ ہو اسی خاص ڈھنگ پر اور ان ہی ساری پابندی پر گشت نہ ہو اور اجتماعات میں مقررہ طریقے سے دعوت نہ دیجائے تو وہ سمجھتے ہیں کہ ساری جدوجہد رائیگاں گئی اور جو کچھ ہوا سب فضول ہے، یہ بے اعتدالی ہے اور یہ رویہ خطرناک ہے، اسلئے اس طرز عمل کیوجہ سے مختلف مذاہب اور فرقے امت میں پیدا ہوئے ہیں، اصل حقیقت صرف اتنی ہے کہ اب تک غور اور تجربوں نے ہمیں یہاں تک پہونچایا ہے کہ ہر تقریر کے بعد جہد وعمل کی دعوت ضرور دیجائے، ہر بستی میں ایک مرکزی اجتماع ضرور ہو، رات کو مساجد میں قیام ہو وغیرہ وغیرہ، پس جب تک یہ چیزیں فائدہ مند معلوم ہوتی ہیں ہمیں اس وقت تک ان کو جاری رکھنا چاہئے، لیکن اگر ہفتہ کا اجتماع ہمارے شہر لکھنؤ کی نوچندی جمعرات کی طرح ایک رسم بن جائے، رات کا قیام رت جگا کی طرح رسمی ہوجائے اور دین کے کام کے لئے چلنا ایک رسم بن جائے تو یہ اک مذہب بن جائے گا اور ایک بدعت قائم ہوجائے گی، اور اس وقت کے ربانی مصلحین کا فرض ہوگا کہ ان کے خلاف جدوجہد کریں، اور ان رسومات کو مٹائیں، بہت سی چیزیں صحیح مقاصد اور دینی مصلحتوں سے شروع ہوتی ہیں، لیکن آگے چل کر غلط صورت اختیار کرلیتی ہیں، ایسے مواقع پر حقیقت و رسم سنت و بدعت، فرض و مباح میں تمیز کرنا تفقہ فی الدین ہے اور کہنے والے نے کہا ہے گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی علی صفحہ ۳۳

مروجہ تبلیغی جماعت کے بدعت ہونے کے بارے میں مکمل و مدلل بحث پڑھئے، مروجہ تبلیغی جماعت کی شرعی حیثیت اور الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ

از ابوالقلم: حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومی دامت برکاتہم مفتی شہر آگرہ

دینی مضامین لکھنے والا، دین کا وعظ کہنے والا اور دینی مدرسہ کا مدرس بھی مبلغ ہی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تبلیغ دین مختلف اور متعدد صورتوں سے ثابت ہے اس کو کسی ایک خاص شکل میں منحصر سمجھنا غلط ہے جسطرح مسئلۂ مولود کے مثبتین ذکر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو میلاد مروجہ کی خاص شکل میں منحصر سمجھتے ہیں اور جب تک ان کے متعینہ و مقررہ طریقے کے مطابق میلاد نہ ہو وہ اس کو ذکر رسولؐ کا مصداق نہیں سمجھتے اسی طرح نفس دعوت و تبلیغ کو مروجہ دعوت و تبلیغ کی صورت ہی میں جو لوگ منحصر سمجھتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں دونوں کا حکم ایک ہی ہوگا۔ ماخوذ الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ ص ۱۳

ناشر؛ عالمی مرکز تحریک بشارت الابرار، کرسی، بارہ بنکی، یوپی
رابطہ نمبر ۹۸۳۸۱۵۲۴۴۸

باسمہ تعالیٰ

تبلیغی جماعت نے اپنے مروّجہ نظام کو مقصود سمجھ لیا ہے نظامِ سنّت کے علاوہ کسی نظام کو مقصود سمجھنا بدعت ہے۔

از افادات محی السنہ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رح ہردوئی

افراط (کی کوتاہی) کا بھی بہت سے مواقع میں مشاہدہ ہوا کہ بعض وہ صاحبان جن کو کچھ توفیق دینی جدوجہد کی عطا ہوئی وہ حضرات علمائے کاملین پر یہ اعتراض کرنے لگے کہ دین مٹ رہا ہے اور یہ حضرات تبلیغ نہیں کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ حضرات بڑی دینی خدمات میں ہمہ تن مشغول رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے اعتراض سے ظاہر ہوا کہ تبلیغ کی ضروری حدود بلکہ اسکی حقیقت سے ناواقفیت کے ساتھ ساتھ یہ لوگ اس نظامِ خاص کو (جس کے موافق دینی مساعی کرتے ہیں) مقصود سمجھتے ہیں جو افراط کا مصداق ہے حالانکہ نظامِ سنّت کے علاوہ کوئی اور نظام مقصود نہیں اور کسی دوسرے نظام کو یہ درجہ دینا صریح تعدّی اور **بدعت** ہے۔ جس کی قباحت ظاہر ہے

اس نوع کی کوتاہیوں کے مشاہدے سے دل کڑھتا تھا اور جی چاہتا تھا کہ تبلیغ کے آداب کے متعلق اور اسکے احکام وحدود کے متعلق ضروری امور اختصار کے ساتھ جمع کردیئے جائیں تاکہ جو لوگ صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے غلطی میں مبتلا ہیں ان کی غلط فہمی دور ہوجاوے اور زیادہ تر تبلیغ میں کوتاہی کا یہی سبب ہے، چنانچہ بعض لوگ ہر حال میں تبلیغ کو فرض کہنے والے دیکھے گئے۔ مجالس ابرار ص ۲۵۸

بعض دیہات کا حال معلوم ہوا کہ وہاں حدود تبلیغ کی مراعاۃ نہ کرنے سے بہت بڑا فتنہ کھڑا ہوگیا ہے جس کی وجہ سے آپس میں بہت جنگ وجدال کی نوبت آچکی ہے۔ (ص ۲۵۹) ناکارہ خادم ابرار الحق خادم مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی ۱۵/۶/۳ ۱۴۰۳ھ ۲۴۰

مکمل و مدلل بحث کیلئے دیکھئے الاعلام البلیغ فی احکام التبلیغ اور مروجہ تبلیغی جماعت کی شرعی حیثیت

ناشر:- عالمی مرکز تحریک بشارت الابرار، قصبہ کوسی، بارہ بنکی، رابطہ نمبر ۹۸۳۸۱۵۲۴۳۸

باسمہ تعالیٰ

تبلیغی جماعت میں قادیانی لپٹ پڑے

ازافادات حضرت مولانا علامہ فاروق صاحبؒ خلیفہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب

حضرت تھانویؒ کے برادر زادہ و پرورده و خلیفہ حضرت مولانا شبیر علی صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک واقعہ سنو بڑے ابا (حضرت تھانویؒ) کے وصال کے چند ہی عرصہ کے بعد مولوی الیاس صاحبؒ تھانہ بھون آئے، اور مجھ سے کہا کہ بھائی شبیر غضب ہو گیا میں نے کہا خیر تو ہے کیا بات ہے تو انھوں نے کہا کہ حضرت (تھانویؒ) نے مجھ سے فرمایا تھا کہ مولوی الیاس تم لگا تو رہے ہو عوام کو اس کام میں، مگر مجھے خطرہ ہے کہ کہیں اس میں اہل زیغ نہ شامل ہو جائیں، سو وہ حضرت کی بات صادق آئی، کچھ قادیانی میرے کام میں لپٹ پڑے ہیں، میں نے کہا مولوی صاحب آگ تو تم نے کھائی انگارہ کون ہگے، اب جب آگ کھائی ہے تو انگارہ بھی ہگو، بقول مولانا ابوالحسن علی ندویؒ مولانا تھانویؒ کی محتاط اور دوررس طبیعت تبلیغ کا کام جاہلوں کے سپرد کرنے سے مطمئن نہ تھی۔

ماخوذ از الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ صفحہ ۲۲ مزید دلائل کیلئے اس کتاب کو دیکھئے

ناشر:۔ عالمی مرکز تحریک بشارت الابرار کھوہ بارہ بنکی

باسمہ تعالیٰ

تبلیغی جماعت کے انسداد کی طرف علماء کرام توجہ فرمائیں

از افادات حضرت مولانا علامہ محمد فاروق صاحب مدظلہ العالی خلیفہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی نور اللہ مرقدہ

اس تحریک کو واجب اور فرض بتا کر علماء کو اور اس خروج میں شامل نہ ہونے والے لوگوں کو اگر بدعمل کہا گیا اور علماء کو بدنام کیا گیا۔ عوام کو ان سے بدظن کیا گیا اور (قوم کی توجہ ان کی تصانیف اور دیگر خدمات سے ہٹائی گئی) تو جماعت تبلیغی کی تمام تر پونجی جو چند اعمال کے فضائل تک محدود ہے۔ وہ کیا تمام ارکانِ اسلام کی تبلیغ کی متکفل ہو جائے گی اور خدا نخواستہ خاکم بدہن اگر ان لوگوں کی سازش کامیاب ہوتی ہے تو کیا حضرات علماءِ امت کی خدمات اور مکمل تبلیغ اسلام کے نصاب سے قوم محروم نہ ہو جائے گی یہ سازش تو اتنا بڑا جرم ہے کہ جس کا ارتکاب اب تک اہل بدعت اور طرقِ باطلہ ہی کیا کرتے تھے "اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا"، ضرورت ہے کہ اکابر جماعت فوراً اس طرف متوجہ ہوں اور اس سازش کو مٹانے کی انتہائی کوشش کریں۔ ورنہ نقصان اپنی ہی جماعت کے افراد سے اتنا زبردست ہوگا کہ اس کی مکافات مشکل ہو جائیگی۔ پس اے لوگو! علماء باللہ، اولیاء اللہ و بیوت اللہ کی تنقیص و تحقیر کر کے عذاب الٰہی اور تباہی و بربادی کو دعوت مت دو۔ عوام مسلمانوں کو اصلاح و ہدایت کے سرچشمہ سے الگ اور بیگانہ مت کرو۔ دینی علمی و عملی خدمات جو مدارس اور خانقاہوں کے فیض یافتہ علمائے ربانی و فضلائے حقانی انجام دے رہے ہیں۔ اس کے آثار کالشمس فی نصف النہار روشن اور نمایاں ہیں۔ تدریسی، تصنیفی، تحریری و زبانی تبلیغ غرض کہ ہر خدمت دین ان حضرات کو نصیب ہوئیں۔ سینکڑوں ہزاروں ادارے مدرسے وغیرہ ہندوستان و بیرون ہند کے اس مقدس فریضہ کی انجام دہی میں لگے ہوئے ہیں۔ لاکھوں کروڑوں انسان ان مدارس اور علماء کے فیض سے بہرہ مند ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ یہ علامت ان کی مقبولیت کی ہے۔ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کا اور زندگی بسر کرنے کا واحد ذریعہ انہیں حضرات کے اتباع میں منحصر ہے۔ اسلاف کرام کا سچا نمونہ بن کر قوت علمیہ عملیہ میں باکمال ہو کر بالکل انہیں کے طرز پر ان بزرگوں نے جو کتاب و سنت اور دین الٰہی کی خدمت کی ہے وہ ایک ناقابل انکارِ حقیقت ہے دین کے فروغ دینے اور سنت کو زندہ رکھنے کے لئے ان کی خدمات کو زندہ رکھنا اور سراہنا، انہیں کے طور طریقوں کو اختیار کرنا جو اس وقت مدارس و خوانق کی صورت میں موجود ہیں۔ انہیں کے اتباع کی ترغیب دینا، ان کے متبعین کی حوصلہ افزائی کرنا ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرنا اس وقت ہر کام کرنے والے مسلمان پر واجب ہے۔ ان کے طرز کے خلاف دوسرا طریقہ ایجاد کرنا، ان کے کاموں ان کے طور و طریقوں پر تنقید کرنا اور اسکی تحقیر کرنا، ان کی اہمیت کو کم کرنا نہ صرف یہ کہ جائز نہیں بلکہ گناہِ عظیم اور بدترین جرم ہے الحاد و دہریت اور بددینی کو مغلوب کرنا نہیں بلکہ ان کو ترقی اور فروغ دینا ہے، چونکہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے لہٰذا ان کا وجود ضروری اور رد واجب ہے

ناشر:۔ عالمی مرکز تحریک بشارت ۱۰۱۱بر ار، قصبہ کرسی، بارہ بنکی یو پی۔ رابطہ نمبر ۹۸۳۸۱۵۳۳۳۸

ماخوذ الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ ص۵۵ تا ص۵۶) تبلیغ مروجہ کے بدعت ہونے کے بارے میں مکمل مدلل بحث کیلئے اس کتاب کو ضرور دیکھیں اور پڑھیں

ب ۱۰۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں؟

(۱) مستورات اپنے اپنے شوہروں کے ساتھ یا پھر محرموں کے ساتھ تبلیغی جماعت میں جاتی ہیں باقاعدہ شرعی دائرہ حدود میں رہتے ہوئے مکمل حجاب و پردہ کے ساتھ مروجہ طریقہ کے مطابق عورتوں کا جماعت میں جانا کیسا ہے؟ مروجہ طریقہ عموماً یہ ہے کہ جتنی بھی عورتیں جماعت میں جاتی ہیں ان سب عورتوں کے اپنے اپنے محرم ساتھ میں ہوتے ہیں اور باقاعدہ مکمل پردہ کے ساتھ چلتے ہیں، عورتوں کے ٹھہرنے رہنے۔ اور طعام کا انتظام کسی باپردہ گھر میں ہوتا ہے۔ جہاں کسی بھی مرد کی آمد و رفت پر مکمل پابندی ہوتی ہے، اور مرد حضرات محلہ کی مسجد وغیرہ میں عورتوں سے بالکل الگ ٹھہرتے ہیں اور مستورات عورتوں کی تبلیغ کرتی ہیں اور مرد مردوں کی تبلیغ کرتے ہیں، تو کیا ایسی صورت جائز ہے؟ یا ناجائز ہے؟ اس کے علاوہ اگر کوئی صورت ناجائز یا جواز کی ہو تو وہ بھی برائے کرم مفصل تحریر فرما دیجئے، اور جواب بالکل صاف صاف اور مدلل باقاعدہ حوالہ جات کے ساتھ عنایت فرما دیجئے، انتہائی مہربانی ہوگی، والسلام

العارض عبدالقیوم قاسمی
مہتمم مدرسہ دارالعلوم مسیحیہ فرمانی مظفرنگر

ب ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق: اللہ نے مردوں کو مکلف بنایا ہے کہ وہ دین کے احکام سیکھ کر اپنی عورتوں کو سکھائیں کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ (بخاری) عورتوں کو دعوت و تبلیغ کا مکلف نہیں بنایا ہے۔ ان کو دعوت و تبلیغ، امامت، خلافت سے مستثنیٰ رکھا ہے۔ انھیں اپنے گھر میں رہنے اور پردہ میں رہنے کا حکم دیا ہے وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ (القرآن) انہیں صرف ضرورت اور مجبوری میں گھروں سے نکلنے کی اجازت دی گئی ہے۔ عن ابن عمر عن النبی ﷺ لَیْسَ لِلنِّسَاءِ فِی الْخُرُوْجِ نَصِیْبٌ اِلَّا مُضْطَرَّۃٌ (رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر) فتنوں کا دور میں فتنوں کی وجہ سے عورتوں کو فرض نماز کیلئے اپنے محلہ کی مسجد میں آنے سے خواہ محرم کے ساتھ آئیں۔ صحابہ کے مشورہ سے حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں روک دیا گیا۔ تو جماعت تبلیغ میں نکلنے کے لئے جو ایک امر مستحب ہے کیونکر اجازت ہو سکتی ہے جبکہ عہد صحابہ کے مقابلہ میں اس دور میں بہت زیادہ فتنوں کا دور ہے اور بخاری شریف کی اس حدیث کی بنا پر انہیں روکا گیا عن عائشۃ قالت لو أدرک رسول اللہ ﷺ ما أحدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل فقلت او منعن؟ قلت نعم (بخاری ص ۱۲۰ ج ۱)۔ خیر القرون میں عورتوں کو دین کی دعوت و تبلیغ کیلئے بھیجنے کی کوئی نظیر نہیں ملتی جبکہ اس زمانے میں زیادہ ضرورت تھی کیونکہ اسلام میں بکثرت مرد اور عورتیں داخل ہو رہی تھیں۔ بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاسؒ اس کام کیلئے مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایۃ اللہ کے پاس تین مرتبہ تشریف لیگئے اور ان سے عورتوں کی جماعت بھیجنے کی اجازت چاہی۔ حضرت مفتی صاحب نے تینوں مرتبہ انہیں منع فرمایا اسلئے حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے کبھی عورتوں کی جماعت نہیں بھیجی، ان کے صاحبزادے حضرت جی یعنی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے بھی کبھی عورتوں کی جماعت نہیں بھیجی، عورتوں کو اپنی بستی میں ہی کسی کے مکان میں ہفتہ واری ایک یا دو اجتماع کر لینا چاہئے اس میں دینی مذاکرہ کر لیا کریں۔ اس سے کافی دینداری کا ماحول پیدا ہوگا۔ ہمارے اسلاف کا یہی طریقہ رہا ہے۔ عورتوں کو باہر اور دور دراز جانے سے احتیاط کرنی چاہئے۔ محرم کے ہوتے ہوئے بھی غیر محرموں کے ساتھ سفر ہوتا ہے۔ مثلاً دس عورتوں کی ایک جماعت اپنے اپنے محرم کیساتھ نکلتی ہے تو ہر عورت کے ساتھ ایک ایک محرم ہوتا ہے اور باقی ۹ آدمی غیر محرم ہوتے ہیں جن کیساتھ وہ جاتی ہیں۔ یہ بے احتیاطی ہے، غیر محرم کیساتھ سفر کرنے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے لا تحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر تسافر مسیرۃ یوم و لیلۃ الا مع ذی محرم علیہا (مسلم) فقط واللہ اعلم حبیب الرحمن

عفا اللہ عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند

یکم محرم ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح زین الاسلام قاسمی نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح



مفتی دارالعلوم